

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ



پروفیسر محمد طفیل چوہدری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ۔ پاکستان

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پروفیسر محمد طفیل چوہدری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
مصنف	پروفیسر محمد طفیل چوہدری
تاریخ اشاعت	جولائی 2007ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z90
قیمت	-/48روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:۔ 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-221201-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

انتساب

والد بزرگوار کے نام



پیش لفظ

تذکارنویسی میرا محبوب مشغلہ ہے۔ میں ان لوگوں کے تذکرے لکھنا پسند کرتا ہوں جو محبوب رب العالمین ﷺ کے محبوبان خاص ہیں۔ رحمت عالمیان ﷺ کے خاصانِ خاص کے تذکار نہ لکھنا میرے نزدیک انتہائی بے انصافی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی ہے کہ میری سوچ اور قلم کے دھارے کا رخ اس نے حضور ﷺ کے جان نثاروں اور جان سپاروں کا تذکارنگاری کی طرف موڑ دیا۔ اب تک میں سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت اویس القرنی رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے تذکرے لکھ چکا ہوں۔ علاوہ ازیں پاک و ہند کے دس مشہور اولیاء کرام کے حالات زندگی کو ایک کتاب کی شکل میں ''شانِ اولیاء'' کے نام سے سپردِ قلم کر چکا ہوں۔ عالمِ اسلام کے مشہور دس فرمانرواؤں کے حالات زندگی بھی ''مسلمانوں کے عظیم حکمران'' کے نام سے ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز دربار روڈ لاہور نے شائع کر دی ہے ہنوز یہ سلسلہ دھیمے دھیمے جاری ہے۔ اور میرا یہ پختہ عزم ہے کہ میں سرور عالمیان ﷺ کے غلاموں کے تذکار لکھنے کا کام دھیرے دھیرے جاری رکھوں۔ نقاہت اور خراب صحت کے باوجود محبوبانِ خدا کے حالاتِ زندگی لکھ لکھ کر کرکٹ اور کیبل کے رسیا نوجوانانِ ملت کے سامنے پیش کروں تاکہ خوابیدہ بخت ملت کے یہ شاہین بچے راہِ حق کی جستجو کے طالب صادق بن جائیں اور گم کردہ راہوں کا عرفان حاصل کر لیں۔ یہاں ایک عظیم المرتبت صحابی کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہیں میزبان رسول ﷺ کا اعزاز حاصل ہے اور جن کا نام حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ ہے اور انہیں عرف عام میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے۔ اہل یثرب (مدینہ منورہ) میں سے اسلام قبول کرنے والے اولین قافلہ میں شامل تھے جو حضرت معصب بن

عمیر رضی اللہ عنہ کی معیت میں بیعت عقبہ اول کے بعد بیعت عقبہ ثانیہ کے مواقع پر 13 سن نبوی میں دربار نبوی میں حاضر ہوا۔ اس قافلہ میں کل 75 نفوس قدسیہ تھے جن میں تہتر مرد تھے۔ ابن ہشام نے سیرت النبی کامل میں شرکاء بیعت عقبہ ثانیہ کی پوری تفصیل درج کی ہے جس میں سب سے پہلا نام ابوایوب انصاری کا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ اسلام اور بانی تحریک اسلام کے عشق میں کھو کر رہ گئے۔ ارشاد نبوی ہے کہ "میرے صحابہ ایسے ستارے ہیں کہ ان میں جس کی پیروی کرو گے ھدایت پاؤ گے" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شمع رسالت کے پروانے اور دربار رسالت درخشندہ وتابندہ ستارے ہیں۔ اس قدسی نفوس جماعت کے لوگوں میں سے ہر ایک اعلیٰ صفات اور سیرت نبوت کا عملی نمونہ ہے۔ جو کوئی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بالخصوص ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں حضور سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا شرف حاصل ہوا، کی سیرت کا مطالعہ کرے گا یقیناً ان صحابہ کرام کی سیرت کو پیروی کے قابل پائے گا اور جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کرے گا وہ یقیناً ہدایت پائے گا۔ اس لئے کہ خود رحمت عالمیان ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے ستارے ہیں کہ جو کوئی ان میں سے کسی کی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا۔ بے شک گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ان کی زندگیوں کا ہر ہر پہلو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کے فیضان کے باعث تعلیمات دین اسلام کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ جس جس صحابی کے حصے میں صحبت نبوی کے جس قدر لمحات میسر آئے اور اسے قربت نبوی اور شانِ جمال نبوی کی جلوہ نمائی سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ اس کی سیرت میں سیرت طیبہ کا عکس نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو حضور رحمت عالمیان ﷺ کی صحبت قربت اور تربیت کے لمحات میسر آئے کیونکہ حضور سرور انبیاء ﷺ کی ذات گرامی کی حیات مبارکہ خداوند قدوس کی مقدس کتاب قرآن کریم کا عملی نمونہ ہے۔ اور قرآن کریم کی صفت یہ ہے کہ اس کتاب مقدس کا ہر لفظ ہر آیت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب تمام قسم کے علوم کا سرچشمہ ہے۔ وہ ہستی جس کی سیرت

طیبہ قرآن کریم کا عملی نمونہ ہے کس قدر کامل و اکمل ہو گی اور حضور اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ نفوس قدسی کی شان کیا ہو گی۔ ان کی زندگیاں دوسرے لوگوں کے لئے کیوں نہ باعث ہدایت اور قابل تقلید ہوں گی جنہوں نے صحبت نبوی سے فیضان حاصل کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے مقربین بارگاہِ نبوت کے تذکار نگاری کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا ہے تا کہ آج کل کی دین بیزار غفلت شعار جہالت کا شکار نئی نسل کو صحابہ کرام میں سے ان عظیم ہستیوں کے تذکار سے روشناس کراؤں جن کی زندگیاں حضور سرور کائنات ﷺ کی سیرت طیبہ کا عکس تھیں اور جنہوں نے اپنا سب کچھ عشق مصطفٰے اور دین مصطفٰے ﷺ پر قربان کر دیا تھا سرور دو جہاں ﷺ کے عشاق کے گروہ میں انصارِ مدینہ ہراول دستہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جاں نثاری اور ایثار وقربانی میں دنیا و جہاں میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ تاریخ شاہد ہے یہ انصار مدینہ تھے جنہوں نے تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا اور ایثار و جاں نثاری کا وہ نمونہ پیش کیا جس کی مثال دینے سے تاریخ قاصر ہے۔ اور ان جاں نثاروں کی جماعت میں سیدنا حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری کا نام بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ جاں نثاروں کی تاریخ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نام پائندہ وتابندہ رہے گا۔

پروفیسر محمد طفیل چودھری

خاندان حضرت ابوایوب انصاری کا پس منظر نامہ

حضور جان عالم ﷺ کے جلیل القدر صحابی اور آپ ﷺ کے میزبان حضرت ابو ایوب انصاری کا اصل نام خالد بن زید تھا اور آپ کی کنیت ابوایوب تھی۔ آپ مدینہ کے قبیلہ اوس وخزرج میں سے خزرج کی شاخ بنونجار کے رئیس تھے جو حضور ﷺ کے ننھیالی تھے۔ حضرت ہاشم بن عبد مناف جن کا اصل نام عمرو تھا کی شادی بنونجار کے رئیس شیخ عمرو نجاری کی لڑکی سلمٰی سے ہوئی تھی اور عبدالمطلب (شیبہ) انہی کے بیٹے تھے جو حضور اکرم ﷺ کے دادا تھے قریش مکہ کی بنونجار سے اور بھی رشتہ داریاں تھیں انصار کے مورثین میں سے ایک شخص کا نام ازد تھا قریش کی اس کی اولاد سے قدیم زمانے سے قرابتیں چلی آتی تھیں کنانہ بن خزیمہ قریشی کی شادی ہالہ بنت سوید سے ہوئی تھی جو حارثہ الفطریف کی حقیقی پوتی تھی۔ (تاریخ یعقوبی) غالب بن فہر کی شادی قبیلہ خزاعہ میں ہوئی اور خزاعہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ عمرو مزلیقیا کی اولاد تھا۔ مرہ بن کعب قریشی نے ام تیم بنت سریر سے نکاح کیا جو بارق کے خاندان سے تھی۔ قصی بن کلاب نے بنی خزاعہ میں نکاح کیا جس سے عبدالمناف پیدا ہوئے (طبری)

ہاشم نے ثعلبہ بن خزرج میں ایک شادی کی تھی ابوصفی انہیں میں سے تھے۔ عبدالمطلب نے بنوخزاعہ میں دو شادیاں کیں جن سے ابولہب اور حجل پیدا ہوئے۔ مقوم اور حضرت حمزہ پسران عبدالمطلب کا نکاح مدینہ میں ہوا۔ مقوم کی بیوی مالک بن نجار سے تھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دو شادیاں انصار میں ہوئیں۔ ایک کا تعلق قبیلہ بنونجار اور دوسری کا اوس سے تھا۔

حضرت ابوایوب کا نسب

حضرت ابوایوب کا نسب اس طرح ہے۔ خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف بن غنم بن مالک بن نجار (اسد الغابہ) تاریخ مدینہ میں محمد عبدالمعبود نے صفحہ 141 پر آپ کا نسب نامہ یہ بیان کیا ہے۔

ابوایوب خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن (عبد) عوف بن لحیم بن مالک بن نجار

مولانا سعید انصاری نے سیر الصحابہ میں آپ کا نسب نامہ اس طرح تحریر کیا ہے خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف بن غنم بن مالک بن نجار بن عمرو بن خزرج بنوخزرج کے نسب کو اگر بڑھایا جائے تو حضرت ابوایوب خالد بن زید کا سلسلہ نسب بنونجار کے بعد اس طرح ہوگا نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ماء السماء۔ یہی وہ شخص ہے جس نے یمن سے نقل مکانی کی اور وسطی اور شمالی عرب کے مختلف علاقوں میں اس کے بیٹے اوران کی اولاد جابسی اور یہی قبیلہ اوس وخزرج کا جدِّ اعلیٰ ہے اوس وخزرج کا نسب نامے کو اگر اور بڑھایا جائے تو اس طرح ہوگا۔

عمرو بن عامر بن حارثہ الغطریف بن امروء القیس البطریق بن ثعلبہ بہلول بن مازن زادالسفر بن ازد بن غوث بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا (عامر) بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔ اگر بنوقحطان کا سلسلہ نسب مزید بڑھایا جائے جیسا کہ عرب مورخ اور نسب ناموں کے ماہر زبیر بن بکار کا دعویٰ ہے اور جسے پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء النبی جلد دوم صفحہ 47-546 پر نقل کیا ہے تو بنوقحطان کا سلسلہ نسب بنواسماعیل سے جاملتا ہے یعنی قحطان بن الہمیسع بن تیم بن بنت بن اسماعیل علیہ اسلام بن ابراہیم علیہ السلام۔ (مزید ضیاء النبی جلد دوم صفحہ 571) زبیر ابن بکار نے دعویٰ کیا ہے قحطان بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت سے تھے۔ اس دعویٰ کی دلیل انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث پیش کی ہے

وَ تِلْکَ اُمُّکُمْ یَا بَنِیْ مَآءِ السَّمَآءِ

''اے ماء السماء کے بیٹو حضرت ہاجرہ تمہاری ماں ہیں''

ماء السماء عامر کا لقب تھا جو اوس وخزرج کا جداعلیٰ تھا۔

اس طرح حضرت ابوایوب انصاری کا سلسلہ نسب یہ ہوگا۔

خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبدعوف بن غنم بن مالک بن نجار (تیم اللہ) بن

ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر (ماء السماء) بن حارثہ الغطریف بن امروء القیس البطریق بن ثعلبہ بہلول بن مازن زاد السفر بن ازد بن الغوث بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا (عامر) بن یشجب بن یعرب بن قحطان بن الہمیسع بن تیم بن بنت بن اسماعیل (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ 47۔546و571)

ابن خلدوں نے ''العبیر ج'' جلد دوم میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نسب قحطان تک یہی لکھا ہے جسے سیر الصحابہ جلد سوم میں مولانا سعید انصاری نے بھی بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے نسب نامہ میں کافی اشکال ہیں پھر اوس و خزرج میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے جس پر اگلے باب میں بحث کی جائے گی۔ راقم نے بنو قحطان اور بنو اسماعیل علیہ السلام کے نسب ناموں پر حضرت اویس القرنی کی کتاب میں تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔ یہ موضوع انتہائی پیچیدہ اور مشکل ہے۔ حالات و واقعات میں اختلاف بہت پائے جاتے ہیں۔ بعض مؤرخین اور ماہرین نساب کا دعویٰ ہے کہ بنو قحطان اور بنو اسماعیل ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ دوسرا گروہ اسے تسلیم نہیں کرتا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ بنو قحطان ایک الگ اور مستقل نسل ہے۔ بنو اسماعیل سے ان کا قطعاً کوئی تعلق نہیں بلکہ قحطان خود ایک خاندان کا بانی تھا۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے کہ قحطان بن عابر بن مشالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔

پہلے گروہ کا دعویٰ یہ ہے کہ بنو قحطان بنت بن اسماعیل کی اولاد ہیں۔ تفصیل میں جانے سے پہلے ضروری ہے عربوں کے مختلف ادوار سے تعلق رکھنے والے خاندانوں گروہوں اور اقوام کا تذکرہ کیا جائے جو زمانہ قدیم سے عرب میں آباد تھے۔

عرب اقوام

مؤرخین نے نسلی اعتبار سے عربوں کو تین اقوام میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ عرب بائدہ

قدیم عرب قبائل اور قومیں جو بالکل ناپید ہوگئیں۔ اور ان کے بارے میں ضروری

معلومات بھی دستیاب نہیں مثلاً عاد، ثمود، طسم، جدیس، عمالقہ، امیم، جرہم، عبیل، حضرموت، حضورعبہ ضخم وغیرہ یہ سب لاوز بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھیں۔

ضیاء النبی جلد اول صفحہ 251 پر تحریر ہے کہ فنا ہونے والے مشہور قبائل یہ ہیں طسم، عاد، ثمود، جدیس اور جوہم ادلی لیکن بعض مورخین کا خیال یہ ہے کہ قدیم عرب قبائل بالکل فنا نہیں ہو گئے بلکہ ان کی نسل موجود ہے جنہیں تاریخ میں عمالقہ کیا جاتا ہے۔ ان کی دو بڑی شاخیں تھیں۔ ایک عراقی عمالقہ اور دوسری مصری عمالقہ۔ عراق کے عمالقہ نے عراق میں ایک عظیم مملکت قائم کی۔ ایک کلدانی کاہن جس کا نام پیروسوس (perossus) تھا جو چوتھی صدی قبل مسیح میں گزرا ہے۔ اس نے عراق میں کلدائیوں کی حکومت کے بعد عربی حکومت کا ذکر کیا ہے جس نے 245 سال تک یہاں حکومت کی اور جس کے نو حکمران مسند اقتدار پر جلوہ افروز ہوئے۔ ان میں سے ایک حمودالی تھا جس نے سب سے پہلے ایک تحریری قانونی دستاویز تیار کی اور ماہرین آثار قدیمہ کو اس کی متعدد پتھر کی سلیں ملی ہیں جن پر اس کے قوانین کی متعدد دفعات اور آئین کی متعدد شقیں کندہ ہیں (ضیاء النبی بحوالہ العرب قبل از السلام)

کاہن پروسس نے مزید لکھا ہے کہ مصری عمالقہ نے جو پہلے جزیرہ سینا اور اس کے گردو نواح میں قیام پذیر تھے اور وہاں پر حکمران بھی تھے۔ یہ قبائلی زندگی بسر کرتے تھے لوٹ مار ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ تاریخ میں ان کو "شاسو" کہا جاتا تھا۔ مصر اور یونان کے مورخین انہیں "ہیکسوس" (hyksos) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اہل عرب عمالقہ یا عرب البائدہ کہتے ہیں لیکن عرب مورخین نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ عمالقہ عراق اور عمالقہ مصر عرب بائدہ کی نسل سے تھے کیونکہ عرب بائدہ سامی النسل سے ہیں اور ارم کی اولاد سے ہیں۔ اس وجہ سے انہیں ارامیین کہا جاتا ہے لیکن عمالقہ جنہوں نے عراق اور مصر میں حکومتیں قائم کیں یہ ارم کی اولاد سے نہ تھے۔ بلکہ اس کے بھائی لاوز بن سام کی اولاد سے تھے۔ صحیح یہی ہے کہ عرب بائدہ فنا ہو کر رہ گئے۔

2۔العاربہ

بعض مؤرخین نے ان کا جداعلیٰ قحطان کو قرار دیا ہے رحیق المختوم کے مصنف صفی الرحمٰن مبارک پوری نے صفحہ 34 پر تحریر کیا ہے کہ عرب عاربہ یعنی وہ عرب قبائل جو یعرب بن یشجب بن قحطان کی اولاد سے ہیں انہیں قحطان عرب کہا جاتا ہے۔یہی چیز ضیاء النبی کے صفحہ 252 جلد اول میں تحریر ہے کہ العرب عاربہ کا شعب قحطان تھا اور ان کا وطن یمن تھا۔ ضیاء النبی جلد دوم صفحہ 570 پر لکھا ہے کہ عربوں کی ایک قسم کو العرب عاربہ کہا جاتا ہے جس سے مراد عاد، ثمود، جدیس طسم اور عملیق وغیرہ قبائل ہیں۔عام مورخین نے عرب عاربہ اور عرب بائدہ کو عرب کی اقوام قدیم قرار دیا ہے۔

3۔عرب متعربہ

ضیاء النبی جلد اول صفحہ 254 پر العرب متعربہ اور المستعربہ سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو قرار دیا ہے جن کی زبان عبرانی یا سریانی تھی اور ان کی مادری زبان عربی نہ تھی۔انہوں نے عربی بنو جرہم سے سیکھی۔یعنی عرب المتعربہ اور عرب المستعربہ میں کوئی فرق نہیں۔رحیق المختوم میں متعربہ کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ضیاء النبی صفحہ 71۔ 570 جلد دوم پر لکھا ہے کہ عرب المتعربہ سے مراد بنو قحطان ہیں۔

العرب المستعربہ

یعنی اولاد اسماعیل وعدنان ان کی مادری زبان عربی نہ تھی۔انہوں نے عربی بنو جرہم سے سیکھی۔اس طرح العرب المتعربہ یعنی قحطان نسل اور العرب المستعربہ یعنی بنی اسماعیل دو الگ الگ قبائل تھے۔قحطان پہلا شخص تھا جس نے سب سے پہلے عربی زبان میں گفتگو کی اور یہ تمام اہل یمن کا جداعلیٰ تھا۔اسی کی نسل سے سبا (عامر) بن یشجب بن یعرب کے دو بیٹے تھے جن کا نام کہلان اور حمیر تھا۔کہلان اور حمیر کی نسل کثیر تعداد پھیلی پھولی اور ان دونوں بھائیوں کی اولاد بنو کہلان اور بنو حمیر کے نام سے مشہور ہوئی۔

پس عرب تین بڑی اقوام میں منقسم تھے (1) عرب عاربہ یا بائدہ یعنی عرب کی سب سے قدیم قوم (2) العرب متعربہ بنوقحطان (3) العرب مستعربہ بنواسماعیل۔ پس بنوقحطان اور بنواسماعیل دو الگ الگ قبائل تھے لیکن مشہور ماہر انساب زبیر بن بکار اس سے انکاری ہے۔ وہ کہتا ہے بنوقحطان اور بنواسماعیل الگ الگ نہیں بلکہ قحطان اور عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت سے ہیں ان کا نسب نامہ یہ ہے۔

قحطان بن ہمیسع بن تیم بن بنت بن اسماعیل علیہ السلام زبیر بن بکار نے صحیحین کی حدیث جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں پیش کی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے حالات بیان کرنے کے بعد انصار سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

وَ تِلْکَ اُمُّکُمْ یَا بَنِیْ مَآءِ السَّمَاءِ

''اے ماء السماء کے بیٹو! یہ تمہاری ماں (ہاجرہ رضی اللہ عنہا) تھیں''۔

ماء السماء عامر کا لقب ہے جو اوس و خزرج کے جد اعلیٰ تھے۔ اور عمرو متریقیا کا باپ تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو نہ صرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کو بیان کر سکتے اور نہ انصار میں اس کو کوئی سن سکتا۔ اس حدیث کے ساتھ وہ حدیث بھی ملا دی جائے جس میں غیر کے نسب میں داخل ہونے والے کو جہنم میں جانے کی خبر دی گئی ہے تو یہ مسئلہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ (سیر الصحابہ جلد 3، بحوالہ فتح الباری صفحہ 391 ج 3 بخاری صفحہ 761)

ضیاء النبی جلد دوم صفحہ 571 پر بھی اس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

''میری تحقیق کے مطابق بھی یہی قول یعنی قحطان کا اولاد اسماعیل سے ہونا راجح ہے''۔

ایک دوسری روایت ہے کہ بنواسلم اور بنوخزاعہ کے قبیلے باہم تیر اندازی کر رہے تھے۔ حضور ﷺ ان کے پاس سے گزرے فرمایا:

اِرْمُوْا یَا بَنِیْ اِسْمَاعِیْلَ فَاِنَّ اَبَاکُمْ کَانَ رَامِیًا (بخاری جلد اول صفحہ 406)

"اے اسماعیل کے فرزندو خوب! تیراندازی کرو کیونکہ تمہارا باپ تیرانداز تھا"۔

بنواسلم اور خزاعہ کے قبائل یمنی ہیں جو کہ قحطان کی ذریت سے ہیں۔ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ 571) سیر الصحابہ جلد سوم صفحہ 11 پر مذکور ہے کہ اسلم کا قبیلہ عرب میں خزاعہ کی اولاد مشہور تھا اور خزاعہ حارثہ بن عمرو متریقیا کا بیٹا ہے جو بقول نسابین قحطانی عرب تھا اور امام بخاری نے بھی اسلم کا نسب نامہ اسی طرح نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے: اسلم بن افصٰی بن حارثہ بن عمرو بن عام۔

مولانا سعید انصاری نے سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 10 پر انصار (اوس وخزرج) کو بنی اسماعیل سے نسبت ثابت کرنے کے لئے مزید لکھا ہے کہ قرآن کریم سے اگر کوئی چیز ثابت ہو جائے تو اس کی صحت میں کوئی مسلمان شک نہیں کرسکتا لیکن دقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان اقوام کے نام ہیں جن کے حالات نہایت موثر اور عبرت خیز ہیں اور چونکہ تمام اسماعیلیوں اور انصار نے (دور) جاہلیت میں کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے اس لئے قرآن میں ان کا ذکر کیونکر آ سکتا ہے۔ اس تیسری دلیل میں انصار اور بنی اسماعیل میں یہ بات مشترک ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ان سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں لہٰذا ان کا شمار ان معتوب اور مغضوب اقوام میں نہیں ہوتا جن کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔ یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ انصار اور بنو اسماعیل حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل ہیں گویا انصار اور بنو اسماعیل کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل ثابت کرنے کے لئے مولانا سعید انصاری کے استدلال کی بنیاد اور ماخذ قرآن مجید اور بخاری شریف میں بیان کردہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ بالا احادیث ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار اور عرب کے قدیم مصنف ابوطاہر مقدسی کی روایت نقل کی ہے اور وہ یہ ہے۔

"حسان بن ثابت کے دادا منذر بن حرام جو خالص زمانہ جاہلیت میں تھا ان کا (اوس و خزرج) نسب غسان تک اور غسان سے ثابت بن مالک تک اور ثابت بن مالک سے

نابت بن اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

(سیر الصحابہ بحوالہ کتاب البدر والتاریخ از ابو طاہر مقدسی)

مولانا سعید انصاری مصنف سیر الصحابہ نے لکھا ہے کہ درحقیقت عرب وہ ہیں جو بدوی ہوں کیونکہ سامی زبانوں میں عرب کے معنی صحرا اور بادیہ ہیں یہی وجہ ہے کہ اشوریوں فینیقیوں اور فراعنہ کے زمانہ میں عرب صرف جزیرہ نمائے عرب کے شمالی حصے کا نام تھا جو دریائے نیل اور فرات کے درمیان ہے اور یہاں صرف اسماعیلیوں کی آبادی تھی۔ اور ان کی زندگی مدت تک بدویانہ رہی ہے۔ انصار (اوس وخزرج) کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے نابت یانبت کی وفات کے بعد ان کی اور ان کے بھائیوں کی اولاد عرب کے مختلف حصوں میں جا کر آباد ہوگئی کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آل اسماعیل سرزمین مکہ میں رہتی تھی وہ بے آب وگیاہ تھی اور سامان معیشت میسر نہ تھا۔ ان میں سے کچھ یمن چلے گئے۔ اور 200ء یعنی ڈھائی ہزار سال تک عرب کے مختلف حصوں میں مارے مارے پھرتے رہے اور مختلف مقامات پر قیام کیا۔ چنانچہ دوماہ (دومۃ الجندل میں) تیما، بخت میں، نافیش، وادی القریٰ میں، مساحد، قیدماہ یمن میں اور نابت کی اولاد عرب کے شمال مغربی حصہ میں مقیم ہوگئی لیکن قیدار بن اسماعیل مکہ میں ہی رہے اور جب مضاض جرہمی نے مکہ پر قبضہ کرلیا تو قیدار بن اسماعیل بھی وہاں سے نقل مکانی کر گئے اور کاظمہ غمر ذی کندہ شعمشین میں جا بسے۔ اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے اس بیان کی تصدیق کی جس میں انہوں نے آل اسماعیل کی بابت فرمایا ہے کہ وہ حویلاہ (یمن) سے شور (شام) تک آباد ہوئے۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آل نابت کی ایک شاخ بنوازد غالباً اسی زمانہ میں جبکہ اسماعیلیوں کے چند خاندان یمن میں مقیم ہوئے تھے، یمن کے علاقہ میں جا بسی تھی اور وہاں علاقہ مآرب میں خوب پھیلا پھولا۔ پھر قحط سالی یا دوسرے اسباب کی بناء پر مآرب کو چھوڑنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اسی زمانہ میں اس خاندان کا رئیس عمرو بن عامر جو

تاریخ میں متریقیا کے لقب سے مشہور ہے اور جو تمام انصار (اوس وخزرج) وغسان کا مورثِ اعلیٰ ہے اپنی اولاد کے ہمراہ یمن سے ترک مکانی کر گیا۔ ان میں سے اس کا ایک بیٹا جفنہ شام میں اور حارثہ بن ثلبہ بن عمرو بن عامر جو کہ اوس وخزرج کا جداعلیٰ ہے مدینہ (یثرب) میں جا بسا۔ اس طرح دیگر مورخین کی طرح مولانا سعید انصاری نے سیر الصحابہ جلد سوم میں صفحہ 13 اور تاریخ انصار کے عنوان میں انصار (اوس وخزرج) کو بنی اسماعیل قرار دینے کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے لیکن اس کے باوجود معاملہ گڈمڈ نظر آتا ہے اور واضح نظر نہیں آتا بلکہ اس کی حیثیت قیاس آرائی سے زیادہ نہیں۔

مولانا سعید انصاری نے اجتماعی نظام کے حوالے سے بھی اس موضوع پر بحث کی ہے تاکہ ایسے شواہد تلاش کیے جاسکیں جس سے انصار کا ناطہ آل اسماعیل سے ثابت ہوسکے۔ مثلاً وہ سیر الصحابہ جلد سوم کے صفحہ 14 پر لکھتے ہیں کہ بدویت کے ساتھ ساتھ انصار میں کسی قدر حضریت بھی پیدا ہوگئی تھی یعنی وہ مدینہ میں آکر کاشت کرتے تھے۔ قلعے بناتے تھے اور یہ ان کے قبطی ہونے کا اثر تھا اور اپنی حفاظت کے لیۓ قلعہ تیار کرتے تھے۔ مولانا سعید انصاری نے زبان، مذہب، نام، قرابت اور شکل وصورت کے حوالے سے قحطانیوں اور اسماعیلیوں کے بارے میں طویل بحث کی ہے۔ اسی طرح مسعودی نے مروج الذہب (جلد اول صفحہ 570) نے حمیریوں اور حجاریوں کی زبان رسم الخط اور اعراب وغیرہ ہر چیز کو جداگانہ قرار دیا ہے گو کہ یمن وحجاز کی زبان عربی تھی۔

اسی طرح مذہب کے حوالے سے بھی ہر دو گروہوں میں اختلاف موجود ہیں۔ حجاز و یمن کے بتوں کے نام بھی الگ الگ تھے۔ اہل یمن اور اہل حجاز کے طریقہ عبادت میں بھی تضادات تھے۔ مثلاً اہل حجاز میں بت پرستی کے بعد بھی مذہب حنیف کی کچھ نہ کچھ یادگاریں باقی تھیں مثلاً حج کعبہ جبکہ اہل یمن کی اس نسبت کے خلاف شہادتیں ملتی ہیں۔ ابرہہ اشرم نے جب کعبۃ اللہ کا حج روکنے کے لیے بیت اللہ پر حملہ کیا تو شاہ حمیر اور یمنیوں کی ایک جماعت جس کا سرغنہ حناط حمسری تھا اس کے ساتھ تھے۔ (ابن ہشام جلد اول)

اب اگر انصار یمنی النسل تھے تو ان کو قدرۃً ابرہہ کے حملے سے خوش ہونا چاہئے تھا کیونکہ کعبہ کی بجائے یمن میں ابرہہ نے ایک اور کعبہ بنا رکھا تھا۔ اور تمام اہل عرب کو بجبر اس کی طرف مائل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن واقعات شاہد ہیں کہ انصار کو مسرت نہیں ہوئی بلکہ حد درجہ غم ہوا۔ اور جس طرح قریش نے اس حملہ کی نسبت پر دودناک اشعار لکھے اسی طرح انصار نے بھی لکھے ابراہیمی مذہب کی ایک یادگار ختنہ ہے۔ انصار کے مورثوں میں ایک شخص کا نام تیم اللات تھا اس کی نسبت ایک روایت ہے کہ اس نے بھی اپنے ہاتھ سے ختنہ کیا تھا اور اسی وجہ سے نجار مشہور ہوا۔ اس کے ماسوا انصار نے مسلمان ہونے کے بعد اسلام کے تمام اوامر و نواہی پر عمل کیا لیکن یہ کہیں مذکور نہیں کہ ان لوگوں نے مسلمان ہو کر ختنہ بھی کیا تھا۔

قحطانیوں اور اسماعیلیوں کے ناموں میں بھی تضاد پایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یمانی مدت سے صاحب حکومت تھے۔ انہوں نے مال و دولت کی آغوش میں پرورش پائی تھی بخلاف اس کے اسماعیلی ازل سے بددتھے اور گردش حالات ان کے سامنے تھے۔ اس لئے ان کا نام بھی ان کے حالات کے مطابق تھے۔ تاہم قحطانیوں اور اسماعیلیوں کی شکل و صورت باہم ملتی جلتی ہے۔ یعنی دونوں گروہ شکل و صورت کے لحاظ سے مماثل ہیں اور اہل حجاز (بنو اسماعیل) اور اہل یمن (انصار) کی باہم قرابت داریاں جن کا سلسلہ زمانہ قدیم سے طلوع اسلام تک ثابت ہے اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ قحطانیوں اور اسماعیلیوں کا سلسلہ نسل ایک ہے لیکن یہ محض قیاس آرائی ہے اس کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یعرب بن قحطان کو یمن بھی کہتے ہیں اور اسی کے نام سے ملک یمن موسوم ہوا۔ وہ اولاد اسماعیل سے تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کا بیٹا اور قالغ اور یقطن کا بھائی تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ یقطن کا معرب ہی قحطان ہے۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی تاریخ اسلام جلد اول میں لکھتے ہیں کہ قحطان اگر اسماعیل کی اولاد ہے تو سارے عرب بنی اسماعیل ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہی شخص بنو عدنان اور بنو قحطان تمام قبائل عرب کے مورث اعلیٰ ہیں لیکن قرین حقیقت یہی قول

ہے کہ قحطان اور یقطن ایک ہی شخص کے نام ہیں اور قحطانی قبائل بنی اسماعیل نہیں ہیں۔

اس موضوع کے آخر میں مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے تاریخ اسلام جلد اول میں شجر نسب بنی سام، بنی قحطان اور بنی اسماعیل دیا ہے۔

اس بحث کے بعد مزید حقائق وشواہد پیش کیے جاتے ہیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیم ملک عراق سے ہجرت فرما کر ملک مصر گئے پھر فلسطین میں السبع کے مقام پر سکونت اختیار کی۔ پھر ''قط'' کے مقام کو مسکن بنایا۔ آپ اپنی مصری بیوی حضرت ہاجرہ اور نو مولود فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم ربانی سے وادی ام القریٰ (مکہ) کے بے آب وگیا میدان میں مختصر سے سامان کے ساتھ چھوڑ آئے تھے۔ جب پانی کا مشکیزہ اور کھجوریں ختم ہو گئیں تو کوشش کے باوجود حضرت ہاجرہ کو پانی نہ ملا تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایڑیاں رگڑنے کی جگہ سے قدرت نے پانی کا چشمہ جاری کر دیا جو چاہ زم زم کہلایا۔ حضرت ہاجرہ اور ان کے فرزند اس چشمے کے قریب آباد ہو گئے۔ اور بعد وہاں بنو جرہم کا قبیلہ آبسا جو یمن سے نقل مکانی کر کے شام جا رہا تھا بنو جرہم بنو قحطان کی ایک شاخ ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پندرہ سال کے ہو گئے تو ان کی والدہ حضرت ہاجرہ انتقال کر گئیں تو بقول اکبر شاہ خاں نجیب آبادی، انہوں نے شام جانے کا ارادہ کر لیا مگر بنو جرہم نے انہیں روک لیا۔ عمالقہ کے قبیلے کی ایک خاتون (بروایت دیگر بنو جرہم کی ایک خاتون) سے ان کی شادی کر دی لیکن بعد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس عورت کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد بنو جرہم کی ایک خاتون سے شادی کر لی۔ ان کا نام سیدہ بنت مضاض بن عمرو تھا۔ ان کے بطن سے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء النبی جلد اول صفحہ 394 پر لکھا ہے کہ سیدہ بنت مضاض بنت عمرو الجرہمی کے بطن سے جو بارہ بیٹے پیدا ہوئے ان کے نام بنت، قتیدا (قیدار)، اوبیل (اوبال) میشا (میشان، سمع، دما، ماس، ادد، وطور، نفیس، طما، اور قیدمان ہیں (ماخذ از تاریخ طبری) پینتیس سال کی عمر میں آپ کو من جانب اللہ عمالقہ اور قبائل پر نبی مبعوث فرمایا۔

قبائل یمن حضرت اسماعیل علیہ اسلام سے بہت پہلے موجود تھے اور یمن میں آباد تھے۔ قبیلہ بنو جرہم بھی یمن سے آ کر مکہ میں آباد ہوا تھا اور بنو قحطان کی ایک شاخ تھا تو پھر بنو قحطان آل اسماعیل سے کیسے ہوئے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عربی بنو جرہم سے سیکھی تھی اور عربی بنو قحطان کی زبان تھی جوانہوں نے عرب البائدہ سے سیکھی تھی جو کہ عرب کی قدیم اقوام میں سے تھے۔ اور قحطان کے ہاتھوں ان کا خاتمہ ہو چکا تھا اور گردشِ ایام نے ان کا نام و نشان مٹا دیا تھا۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء النبی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور عدنان کے درمیان جتنی پشتیں ہیں ان کا ذکر کرنے سے اجتناب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے بارے میں ہمارے پاس ایسی معلومات نہیں جن کی صداقت پر اعتماد کیا جا سکے۔ انہوں نے آنحضور ﷺ کے ان آباؤ اجداد کے حالات کا سرسری تذکرہ کیا ہے جو عدنان اور عبداللہ کے درمیان ہیں کیونکہ اس شجرہ کو خود سید الانبیاء ﷺ نے بیان فرمایا ہے اور ان کی صحت کے بارے میں شک کی گنجائش نہیں۔ رحمت عالمیان ﷺ جب خود اپنا شجرہ نسب بیان فرماتے ہیں تو عدنان پر ختم فرما دیتے اس سے آگے تجاوز نہ فرماتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شجرہ نسب عدنان تک بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ اس سے اوپر کا ہمیں علم نہیں (بحوالہ الروض الانف جلد اول صفحہ 11)

جب رحمت عالمیان ﷺ عدنان تک بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تو راقم بھی اس بحث کو اس مقام پر ختم کرتا ہے۔

تاریخ شہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانصار

مدینہ النبی کا پرانا نام یثرب تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد مدینہ النبی کہلایا۔ علماء کرام نے یثرب کے معنی لعن طعن کرنا ملامت کرنا، کسی جرم پر ذلیل کرنا اور گناہ پر عار دلانا بتائے ہیں (لسان العرب) علامہ واجدی نے لکھا ہے کہ یثرب مصری زبان کا لفظ ہے اور یہ ''اتربیس'' کی تعریف ہے (دائرۃ معارف الاسلام) امام زبیدی (المتوفی 205/ 791ء) فرماتے ہیں۔ یثرب ایک چھوٹی سی بستی کا نام تھا جس سے مدینہ منورہ مشہور ہوا۔ دراصل یہ مدینہ منورہ ہی کے ایک حصے کا نام تھا۔

امام زین الدین المراغی (المتوفی 1413/816ء) نے لکھا ہے کہ یثرب دراصل اس شہر کے عربی حصے کی ایک بستی کا نام تھا جو بعد میں پورے شہر کے لئے استعمال ہونے لگا۔ جب حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شہر میں تشریف فرما ہوئے تو مدینہ النبی جیسے مبارک نام سے پکارا جانے لگا۔

امام یحیٰ بن شرف الدین (المتوفی 676ھ) لکھتے ہیں یثرب لفظ تثریب سے بنا ہے جس کا معنی توبیخ اور ملامت کے ہیں۔ چونکہ حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مکروہ نام کو محبوب نام میں بدل دیا۔

امام شہاب الدین عسقلانی (المتوفی 923ھ) لکھتے ہیں یثرب التثریب سے ہے جس کے معنی توبیخ اور ملامت کرنے کے ہیں۔ حضور نے یثرب کی جگہ طابہ رکھ دیا علامہ جلال الدین محمد بن مکرم (المتوفی 771ھ/1363ء) لکھتے ہیں کہ مدینہ اس مبارک سر زمین کو کہا جاتا ہے جہاں محفوظ محلات یا قلعے تعمیر کئے جائیں۔ اور المدینہ کی نسبت صرف فخر کون ومکان سرور زمین وزماں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا صفات کے مبارک شہر کی طرف ہے اور اسی نسبت کے باعث اللہ تعالیٰ نے اسے عزت وتکریم سے نوازا ہے۔

سیدنا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اس کا نام مدینہ طابہ رکھ دیا ہے''۔

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس شہر کا نام مدینہ طیبہ رکھ دوں''۔

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ لوگ مدینہ کو یثرب کہتے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے اس کا نام طیبہ رکھ دیا۔ اس کے بعد بڑے عزم و احترام کے ساتھ یہ نام استعمال ہونے لگا۔

اب سوال یہ ہے کہ ''یثرب'' کی بستی کی بنیاد کس نے رکھی۔ اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں لیکن علامہ نورالدین السمہودی نے ''وفا الوفاء'' میں جس قول کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ یثرب کے بانی عمالقہ تھے جو عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کی نسل سے تھا۔ عمالقہ نے بہت عروج حاصل کیا۔ عمان، بحرین، حجاز، شام اور مصر تک کا وسیع علاقہ ان کی قلمرو میں شامل تھا۔ مصر کے فراعنہ انہی کی نسل سے تھے۔ عمان و بحرین میں ان کی نسل سے جو لوگ آباد ہوئے انہیں جاسم کہا جاتا ہے۔ (ضیاء النبی)

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

''عمالقہ میں سے جس نے سب سے پہلے یثرب شہر کی نشاندہی کی اس کا نام یثرب بن مہلائیل بن عوص بن عملیق تھا۔ اس کے بانی کے نام پر اس شہر کا نام یثرب مشہور ہوا''۔

(مقدمہ ابن خلدون)

علامہ یاقوت حموی نے معجم البلدان جلد پنجم صفحہ 86 پر لکھا ہے کہ:

''مدینہ میں سب سے پہلے جس نے کھیتی باڑی کی۔ کھجور کے درخت لگائے۔ مکانات اور قلعے تعمیر کئے۔ زرعی فارم قائم کئے وہ عمالیق تھے۔ ان کا نسب یہ ہے: بنو عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام''۔

علامہ فرید وجدی کی تحقیق کے مطابق یثرب کا شہر 1600 ق م 2212 قبل الہجرت

النبوی قوم عمالقہ نے آباد کیا تھا۔ (دائرۃ المعارف)

علامہ سید سلیمان ندوی (المتوفی 1373ھ/1954ء) لکھتے ہیں کہ یہ شہر 1600 ق م اور 2200 کے درمیانی زمانہ میں معرض وجود میں آیا۔ کیونکہ معتبر تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سب سے پہلے عمالقہ آباد ہوئے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عمالقہ 3300 ق م میں مصر کے حکمران تھے۔ اور وہ 1600 ق م میں وہاں سے نکال دیئے گئے۔ بنابریں اس شہر کی تعمیر کا زمانہ 1600 ق م اور 2200 ق م کے درمیان ثابت ہوتا ہے۔ روایات کی بناء پر اغلب خیال یہ ہے کہ تقریباً 2200 ق م میں یثرب کا شہر دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوا۔

عمالقہ اور بنو جرہم یمن میں آباد تھے۔ قحط سالی کی بناء پر یمن سے نکلے اور پانی اور چارہ کی تلاش میں سرگرداں ہوئے۔ انہی کے چند خاندان یثرب میں آباد ہو گئے۔ قبائل عمالقہ اور بنو جرہم ایک ساتھ یمن سے نکلے ان میں سے کچھ اطراف مکہ میں آباد ہو گئے اور بعض خاندان مدینہ میں جا بسے جیسا کہ مورخین کا بیان ہے:

بنو جرہم بن عبیل بن قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام مکہ مکرمہ کے قریب آباد ہوئے جبکہ مدینہ منورہ کے قریب آباد ہونے والے قبائل عبیل بن مہلائل بن عوض بن عملیق بن لاذر بن سام بن نوح علیہ السلام تھے (مروج الذہب) اس شہر میں آباد کرنے والے کا نام یثرب تھا جس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

یثرب بن عبیل بن مہلائل بن عوض بن عملیق بن لاذر بن سام بن نوح علیہ السلام۔

بعض نے نسب اس طرح بیان کیا ہے:

یثرب بن قانیہ بن مہلائل بن ارم بن عبیل بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ 2200 ق م میں جب سیدنا اسماعیل علیہ السلام شیر خوارگی کے عالم میں مکہ تشریف لائے تو بنو جرہم وہاں پہلے سے آباد تھے۔ اس سے اندازہ لگایا جا

سکتا ہے کہ مدینہ منورہ کی آبادکاری اسی زمانہ کے قریب عمل میں آئی تھی۔ علاوہ ازیں بنو سام کی حقیقی ترقی کا زمانہ 2200 ق م یا 2000 ق م تک کا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ترقی کے زمانہ سے پہلے ہی نامساعد حالات کے باعث ترک وطن کیا تھا۔

سید شہاب الدین بن عباس بن احمد السمہودی (المتوفی 911ھ/1505ء) لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کشتی نوح سے اترنے والے افراد کی تعداد 80 تھی۔ بابل کے اطراف میں جس جگہ یہ لوگ آباد ہوئے اس بستی کا نام سوق الثمانین (اسی (80) لوگوں کا بازار) مشہور ہوا۔ ان میں مختلف بہتر زبانیں بولی جاتی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں عربی کا فہم ادراک عطا فرمایا اور وہ عربی بھی بولنے لگے۔ جب ان کی تعداد زیادہ ہوگئی تو انہوں نے نمرود بن کنعان بن حام کو اپنا بادشاہ مقرر کر دیا۔ ان ہی میں عماد اور عبیل بھی تھے۔ جو عوض بن ارم بن سام بن نوح کے بیٹے تھے۔ جبکہ عبیل کے بیٹے یثرب نے یہ شہر (مدینہ منورہ) آباد کیا تھا (وفاالوفاء)۔

امام ابوجعفر محمد بن حبیب بن امیہ بن عمرو الہاشمی البغدادی (المتوفی 245ھ/859ء) بیان کرتے ہیں کشتی نوح سے اترنے کے بعد ان لوگوں نے اسی مکانات رہائش کے لئے بنا لئے۔ پھر ان کے تعداد میں اضافہ ہو گیا تو انہوں نے بابل شہر کو آباد کر لیا جو 96 مربع کلومیٹر میں تھا۔ ان کی افزائش نسل کا سلسلہ جاری رہا۔ حتی کہ ان آبادی ایک لاکھ ہوگئی۔ پھر انہوں نے نمرود بن کنعان بن سماریب بن نمرود بن کوش بن حام بن نوح علیہ السلام کو اپنا بادشاہ مقرر کر دیا۔ ابتداء میں ان لوگوں کی زبان سریانی تھی۔ پھر 72 مختلف زبانیں بولی جانے لگیں۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے انہیں عربی کا فہم بھی عطا فرمایا۔ اور سب سے پہلے عاد اور عبیل نے عربی زبان میں کلام کیا۔ یہ دونوں عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اسی طرح ان قبائل میں ثمود، جدیس اور جاثر بن ارم بن سام کے بیٹے تھے۔ عملیق طسم اور امیم لاذر بن ارم بن سام کے بیٹے تھے۔

جب یہ لوگ بابل سے نکل کر متفرق مقامات پر آباد ہوئے تو بنو عاد ''مشحر'' کے مقام پر

آباد ہوئے۔ بعد بداعمالیوں کی بناء پر ہلاک ہو گئے۔ بنوعبیل مدینہ منورہ میں جا بسے۔ بنو ثمود ''الحجر'' اور اس کے ارد گرد قیام پذیر ہوئے۔ طسم اور جدیس یمامہ میں اور عمالیق صنعا (یمن) کے مقام پر اور بنو اُمیم مکہ مکرمہ کے قرب وجوار میں آباد ہو گئے۔ بعد میں عمالیق نے مدینہ منورہ سے بنوعبیل کو بے دخل کر دیا اور وہاں خود قابض ہو گئے۔ بنوعبیل مدینہ منورہ سے نکل کر ''الجحفہ'' میں مقیم ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ بعد سیلاب میں غرق ہو گئے۔ اسی وجہ سے یہ مقام الجحفہ کے نام سے مشہور ہوا۔ (تاریخ مدینہ منورہ بحوالہ نام اتاب الحجر)

ابوالقاسم الزجاجی لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں پہلے پہل آباد ہونے والا شخص یثرب بن قانیہ بن مہلائل بن ارم بن عبیل بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام تھا۔ اور اسی کی مناسبت سے اس بستی کا نام ''یثرب'' مشہور ہوا۔

امام مسعودی المتوفی 346ھ) نے بھی یثرب کا سلسلۂ نسب اسی طرح بیان کیا ہے اور امام سہیل (المتوفی 581ھ) فرماتے ہیں کہ نسب نامہ کے بعض اسماء میں اختلاف پایا جاتا ہے بنابریں سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

یثرب بن قاین بن عبیل بن مہلائل بن عوض بن عملاق بن لاوذ بن ارم (مروج الذہب)

عمالقہ

مدینہ میں آباد ہونے والی پہلی قوم عمالقہ تھی جس کا اصل وطن یمن تھا۔ وہاں سے نقل مکانی کر کے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور دیگر علاقوں میں آباد ہو گئی تھی وہ لوگ قوی الجسہ اور دیو پیکر تھے۔ شام اور شمالی حجاز کی طاقتور اور مضبوط قوم تھی جنہوں نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر ان علاقوں کی ساری حکومتوں کو زیر نگین کر لیا تھا۔

عمالقہ کا نسب نامہ

عمالقہ کو عرب العاربہ کہا جاتا ہے۔ العاربہ نو قبائل پر مشتمل ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھے۔ عاد، ثمود، امیم، عبیل، طسم، جدیس، عملیق، جرہم اور دیاران میں سے طسم

اور جدیس دونوں حقیقی بھائی تھے اور لاوز بن سام بن نوح علیہ اسلام کے بیٹے تھے۔ عملیق اور عمالقہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں جن کا تعلق قوم عاد سے تھا۔ عملیق مثل قندیل یا عمادق مثل قرطاس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے عملیق بن لاوز بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

قوم عمالقہ کے مساکن

دو ہزار ق م میں عمالقہ قوم یمن کے مشرقی پہلو میں واقع صحرائی ریگستان جسے احقاف کہا گیا ہے میں آباد تھے قرآن حکیم میں اس خطہ کو ''الاحقاف'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کے جنوب میں حضر موت کا علاقہ ہے عمالقہ قوم جاہ وجلالت، جسمانی قوت اور سیاسی برتری میں مشہور تھی۔ باغبانی، زراعت اور عالیشان عمارات تعمیر کرنے کی ماہر تھی۔ ان کی آبادی کا مشرقی پہلو ریگستانی اور جنوبی اور مغرب کا علاقہ یمن اور حضر موت کے شاداب پہاڑوں اور سبزہ زاروں سے معمور تھا۔ گویا ایک طرف محنت وجفاکشی کا میلان تھا جبکہ دوسری طرف عیش ونشاط کا سامان تھا۔ قدیم ترین تاریخی واقعات سے متعلق مورخین کے پاس قطعی ثبوت نہیں تاہم روایات میں شدید اختلافات کے باوجود چند مورخین کے اقوال کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے علامہ ابن قتیبہ (المتوفی 276ھ) لکھتے ہیں کہ سام بن نوح علیہ السلام حجاز کے وسط اور اس کے گردونواح میں نیز یمن، عمان اور حضر موت میں آباد تھے۔ احقاف قوم عاد کا مسکن تھا۔ طسم اور جدیس دونوں لاوز بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے اور یہ یمامہ میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے بھائی عملیق بن لاوز کا قبیلہ شام اور حجاز میں آباد تھا۔

علامہ ابن خلدون (المتوفی 805ھ/1405ء) لکھتے ہیں کہ قوم حام کی مزاحمت کے باعث عمالقہ بابل سے بھاگ کر جزیرہ العرب میں آباد ہو گئے تھے۔

قوم عمالقہ عراق سے نکل کر حجاز میں تہامہ کے علاقہ میں آباد ہوئی (تاریخ مدینہ منورہ بحوالہ کتاب العیر ج) علامہ احمد بن ابی یعقوب (المتوفی 292ھ/905ء) کا بیان ہے:

'' جب مصریوں نے عنانِ حکومت عورتوں کے ہاتھوں میں دے دی تو شام کے عمالقہ بادشاہ ولید بن دومنع نے معربہ پر حملہ کر کے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ بچ جانے والوں نے

اطاعت قبول کر لی۔ ولید زمانہ دراز تک حکومت کرتا رہا اس کے بعد ریان ولید بادشاہ بنا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون مصر تھا۔

امام لیث کا قول ہے یہی جابرہ قوم حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے زمانہ میں ملک شام میں آباد تھی۔

امام ابوالحسن العزری بن اثیر کا بیان ہے کہ یہ جابرہ قوم عاد کی بقیہ نسل تھی۔ اور ملک شام میں آباد تھی ابن الجوالی کے قول کے مطابق عملیق، ابو عمالقہ، فراعنہ بابل، مصر اور شام میں آباد تھے۔ امام سہیلی کے قول کے مطابق ولید بن مصعب بن اثمیر بن لھو بن عملیق مصر کے عمالقہ بادشاہوں میں سے تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کا بادشاہ تھا اور ریان بن ولید حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں مصر کا فرعون تھا۔

عملاق مثل قرطاس کا معنی ہے لوگوں کو دھوکہ دینے والا، مکر و فریب کی کہاوت سنانے والا اور عملیق جور و ظلم اور زبردستی کرنے والا۔

شاہان عمالقہ میں سے شام میں ولید بن دومغ بعض مورخین کے بقول ثوران بن ارشہ بن فاران بن عمرو بن عملان نے مصر کے بادشاہوں سے قبطی قوم کو غلام بنالیا۔ مصر کے عمالقہ بادشاہوں میں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں سنان بن اشل بن عبید بن عوج بن عملیق۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں ریان بن قوران اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ولید بن معصب بن ابی لاہون بن الھون ہے۔

عمالقہ کی مدینہ منورہ میں آمد

سیر و تاریخ کے علماء کا خیال ہے کہ عمالقہ کا اصل وطن یمن میں صنعاء کا شہر ہے۔ وہ قحط سالی کی وجہ سے 1600 ق م اور 2200 ق م کے درمیان بنو جرہم کے ہمراہ سرسبز و شاداب علاقوں کی طرف پانی اور چارے کی تلاش میں نکلے اور مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے۔ ان میں سے کچھ مکہ مکرمہ میں آباد ہوئے اور بعض دوسری قوموں کو برباد کرتے ہوئے یثرب، تیما اور خیبر پر قابض ہو گئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ عراق میں عمالقہ بنو حام کے ظلم وتشدد کا شکار ہو کر بابل سے نکل کھڑے ہوئے اور جزیرۃ العرب میں آبسے اور بعض قبائل مکہ مکرمہ اور یثرب میں آباد ہوئے۔

تیسری بار عمالقہ مدینہ میں اس وقت داخل ہوئے جب مکہ مکرمہ میں سمیدع بن لاوذ بن عملیق اور قحطانی قبائل کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ سمیدع ظفریاب ہوا۔ اور قحطانی قبائل کو مکہ چھوڑنا پڑا اور وہ مختلف علاقوں کی نقل مکانی پر مجبور ہو گئے ان میں کچھ قبائل بنو عبیل بن مہلائل بن عوض بن عملیق مدینہ طیبہ میں مقیم ہوئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تاریخ مدینہ میں لکھتے ہیں کہ یہود کی آمد سے پہلے مدینہ میں قوم عمالقہ آباد تھی۔ پہلے پہل جن لوگوں نے زمین پر زراعت اور زمین پر درخت لگائے یہی لوگ تھے۔ ان کو عمالقہ یا عمالیق کہتے تھے۔ بحرین عمان، حجاز، شام اور مصر کے درمیان ان کا تصرف تھا۔ شام کے جبابرہ اور مصر کے فراعنہ انہیں کی اولاد تھے۔ مکہ میں ارقم بن الارقم ان کا بادشاہ تھا۔ ان کی عمریں بہت دراز تھیں۔ چار چار سو سال تک ان کے ہاں جنازہ نہیں اٹھتا تھا۔

مدینہ میں بنی اسرائیل کی آمد

عمالقہ کے بعد مدینہ میں یہود کی آمد شروع ہوئی۔ تاریخ مدینہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مکہ سے رخصت ہوئے تو بنی اسرائیل کے بہت سے طائفے (گروہ) ان کے ساتھ تھے۔ ان کا گزر سرزمین مدینہ سے ہوا تو انہوں نے چونکہ تورات میں مدینہ منورہ کے متعلق سن رکھا تھا کہ یہ نبی آخر الزماں ﷺ کا مقام ہجرت ہوگا اس لئے ان میں سے چند ایک گروہ نے آپس میں مشورہ کر کے موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت چھوڑ کر اس سرزمین میں رہائش پسند کی۔ اعراب کی ایک جماعت نے جو بلادِ حجاز کے ارد گرد رہا کرتے تھے ان کے ساتھ موافقت کی۔ اور ان کا مذہب بھی اختیار کر لیا۔

محمد عبدالمعبود تاریخ مدینہ منورہ میں لکھتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے مختلف ممالک میں آباد سرکش جابر اور ظالم قوم عمالقہ سے جہاد کرنے کے لئے فوج کشی کی تو ایک

لشکر حجاز میں آباد عمالقہ کو قتل کرنے پر بھی مامور کیا اور اسے حکم دیا کہ بادشاہ سمیت تمام مرد وزن کو قتل کر دیا جائے اس وقت حجاز کا حکمران ارقم بن الارقم تھا۔ حسب حکم اسرائیلی فوج نے مکہ پر حملہ کر کے سب لوگوں کو بادشاہ سمیت قتل کر دیا۔ صرف ایک شہزادہ جو چندے آفتاب اور چندے ماہتاب تھا اسے چھوڑ دیا گیا اور اسرائیلی لشکر اسے ہمراہ لے کر واپس ہوا اور اس حسین وجمیل نوجوان کا فیصلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چھوڑ دیا۔ اس لشکر کے وطن پہنچنے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام انتقال فرما گئے۔ چنانچہ بنو اسرائیل اس فتح یاب لشکر کے استقبال کے لئے آئے لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ لشکر نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک نوجوان شہزادے کو قتل نہیں کیا تو بنو اسرائیل نے اس لشکر کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ چنانچہ یہ لشکر اپنے مفتوحہ علاقہ حجاز میں آبسا اور ان میں سے کچھ لوگ مدینہ منورہ میں آباد ہو گئے۔ یہ پہلا موقع تھا جب یہودی مدینہ میں آبسے۔ یہ لوگ عرصہ دراز تک اس علاقے میں خوشحال زندگی گزارتے رہے۔ انہوں نے بستیاں آباد کیں۔ قلعے تعمیر کئے اور زراعت کو فروغ دیا۔

پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب شاہِ روم نے اسرائیل کی سلطنت نیست و نابود کر دی تو بچے کچھے یہودی ترک وطن کر کے مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ یہ بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو بہول کے قبائل تھے جو شاہ روم کی افواج قاہرہ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور ذلیل وخوار گی کی حالت میں مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ بنو نضیر ان کے ہم نوا بطحان میں، بنو قریظہ، بنو بہول اور ان کے ساتھی مہروز میں قیام پذیر ہوئے۔

پھر 586 ق م میں جب عراق کے حکمران بخت نصر نے اسرائیل پر حملہ کیا اور بے دریغ یہودیوں کو قتل کیا اور انہیں قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گیا تو کچھ لوگ بچ کر مدینہ میں پناہ گزیں ہوئے کچھ لوگ خیبر میں بس گئے اور کچھ حجاز کے دوسرے علاقوں میں آباد ہو گئے۔ یہودی مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور خیبر وتیما کے عمالقہ میں رہنے لگے اور آپس میں شیر وشکر ہو گئے۔

امام ابو محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے کہ جب بخت نصر شاہِ بابل نے شام کو فتح کیا اور

یروشلم پر حملہ آور ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ بے شمار یہودی قتل کر دیئے گئے اور ایک بڑی تعداد کو پابند سلاسل کر کے وہ انہیں بابل لے آیا۔ بخت نصر نے ہیکل سلیمانی اور دیگر مذہبی عبادت گاہوں کو پیوند خاک کر دیا تو یہ لوگ وہاں سے جان بچا کر حجاز کے مختلف علاقوں میں آباد ہو گئے اور ان کے چند قبائل نے یثرب کو اپنا وطن بنالیا۔

ابتداءً صرف یہود کے دو قبائل یہاں آ کر آباد ہوئے تھے۔ پھر ان کی تعداد بڑھتی گئی۔ دوسرے یہود قبائل بھی آ آ کر بستے رہے۔ یہاں تک کہ یہود کے قبائل کی تعداد پچیس تیس تک پہنچ گئی۔ عربی قبائل بھی وہاں آ کر آباد ہونے لگے۔ ان سب لوگوں نے جنگ اور فتنہ و فساد سے دفاع کے لئے چھوٹے چھوٹے قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔ یہود کے قلعوں کی تعداد 59 تھی اور دیگر قبائل کی تیرہ گڑھیاں تھیں (ضیاء النبی بحوالہ تاریخ طبری)

بنو قحطان

یمن کے تمام باشندے یعرب بن قحطان کی اولاد ہیں قدیم زمانہ میں عرب کے جنوب مشرق میں تین مشہور سلطنتیں تھیں (1) معین (2) سباء (3) حمیر۔ سلطنت معین کا مرکز منطقہ حوف تھا قبیلہ معین قحطانی نہ تھا بلکہ عراق کے عمالقہ سے ان کا تعلق تھا

قوم سبا اور یمن کی بادشاہی

الرحیق المختوم کے مصنف مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کے بیان کے مطابق عرب عاربہ میں جو قدیم ترین یمانی قوم معلوم ہو سکی وہ قوم سبا ہے۔ اُوْر (عراق) سے کتبات دریافت ہوئے ہیں ان میں ڈھائی ہزار سال قبل مسیح اس کا ذکر ملتا ہے لیکن اس کے عروج کا زمانہ گیارہ صدی قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے۔

ضیاء النبی جلد اول (صفحہ 264) میں پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ مملکت معین پر جب کہنہ سالی کے آثار نمودار ہوئے تو سبا کے علاقہ میں ایک چھوٹی سے ریاست کا وجود عمل میں آیا جو بعد میں ترقی کر کے اردگرد کے علاقوں پر چھا گئی۔ ان کی حکومت کی مدت 950 قبل مسیح سے 115 قبل مسیح تک ہے۔ 950ق م سے 650ق م تک مملکت معین اور

مملکت سبا ساتھ ساتھ باقی رہیں لیکن 650 ق م میں مملکت معین کا چراغ گل ہو گیا۔ تمام علاقوں پر سبا کی سیادت قائم ہو گئی۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اہل یمن یعرب بن قحطان کی اولاد ہیں اور سبا بھی یعرب کی اولاد سے ہے۔ اس لئے یہ قحطانی نسل کا قبیلہ ہے ان کا علاقہ معین اور قتبان کا درمیانی علاقہ ہے ان کو فتوحات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ کاروبار اور تجارت ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ انہوں نے دور دور علاقوں تک کاروباری مراکز قائم کر رکھے تھے۔ یونانی مورخ سترابوان کی دولت مندی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

''وہاں شہر آباد تھے۔ جن کے حسن و جمال میں خوبصورت عبادت گاہیں اور شاندار محلات اضافہ کر رہے تھے۔ یہاں کے بسنے والے دنیا کے تمام قبائل سے زیادہ دولت مند تھے۔ ان کے ہاں کھانے پینے کے ظروف اور چھریاں کانٹے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہوتے۔ ان کی پلنگ، ان کے میز، ان کے مشروبات کے برتن بھی سونے چاندی سے مرصع ہوئے۔ ان کے گھروں کے دروازے اور کھڑکیاں ہاتھی دانت اور سونے اور چاندی کی تاروں اور قیمتی موتیوں کے نقش و نگار سے مزین اور آراستہ ہوتیں زراعت و تجارت کے علاوہ معدنی ذخائر ان کی دولتمندی کا ایک اور بڑا سبب تھے۔ خصوصاً یہاں کا سونا نہایت صاف ستھرا ہوتا تھا اسے صاف کرنے کے لئے مزید گلانے کی ضرورت نہ تھی''۔

ان کی مملکت کے دو مشہور ادوار ہیں پہلا دور 950 ق م سے 650 ق م تک ہے۔ اس وقت مملکت سبا کے حکمران کو مکرب سبا کہا جاتا تھا اس دور میں ان کے سترہ بادشاہ گزرے۔ اس دور میں ان کا دارالحکومت ''صرواح'' تھا جو مآرب سے ایک دن کی مسافت تھا اور آج کل کھنڈرات کا ڈھیر ہے۔ دوسرے دور کا آغاز 650 ق م سے ہوتا ہے اور 115 ق م تک ختم ہو جاتا ہے۔ اس دور میں ان کے حکمران کو ملک سبا کہا تھا اور ان کا دارالحکومت مآرب تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سبا اور مآرب ایک ہی شہر کے دو نام ہیں بعض محققین کی رائے ہے کہ سبا اس علاقے کا نام ہے اور جو لوگ اس علاقہ میں آباد تھے وہ اس نام سے موسوم تھے اور ان کا

دارالحکومت مآرب تھا جس کو تریا یہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ یمن کے دارالحکومت صنعاء سے پچاس میل (75 کلومیٹر) کے فاصلے پر شمال میں واقع تھا۔ یہ اب چند کھنڈرات کا نام ہے۔

یعرب کے بعد اس کا بیٹا یشجب حکمران بنا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالشمس تخت نشین ہوا۔ اسی کا لقب سبا تھا۔ اسی کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے مآرب کے مقام پر دنیا کا مشہور ترین ڈیم "سد مآرب" تعمیر کروایا تھا۔ بعض مؤرخین اسے ملکہ بلقیس سے منسوب کرتے ہیں۔

سبا کے انتقال کے بعد اس کی اولاد میں سے دو لڑکوں نے شہرت پائی۔ حمیر اور کہلان۔ حمیر مملکت حمیر کا بانی بنا۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ خاندان سبا کے فرمانروا عیش و عشرت میں کھو گئے اور کثرت دولت و ثروت کے باعث یاد الٰہی سے غافل ہو گئے شمس و قمر کے خالق کی بجائے سورج کو دیوتا بنا کر اس کی عبادت میں محو ہو گئے۔ خدا نے ان کی ناشکری اور سرکشی کے باعث ان پر عذاب نازل کیا۔ شدید بارشوں کے باعث ڈیم ٹوٹ گیا۔ علاقہ زیر آب آ گیا۔ زرخیز زمینوں میں جھاؤ جھاڑیاں اور ببول کے درخت آگ آئے اور علاقہ ویران ہو گیا طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ 73 پر لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ سبا کیا ہے زمین کا نام ہے یا کسی عورت کا؟ آپ ﷺ نے فرمایا" نہ یہ زمین کا نام ہے اور نہ ہی عورت کا۔ یہ ایک شخص تھا جس سے عرب کے دس قبائل پیدا ہوئے۔ چھ تو یمن میں آباد ہوئے اور چار شام میں۔ شام میں (1) لخم (2) جذام (3) غسان اور (4) عاملہ آباد ہوئے اور یمن والے (1) اُزد (2) کندہ (3) حمیر (4) اشعر (5) انمار (6) مذحج ہیں۔

سدِ مآرب ٹوٹنے کا واقعہ جدید تحقیق کے مطابق 115 ق م ظہور پذیر ہوا اور یہی زمانہ تقریباً قوم سبا کے زوال کا ہے۔ اس کے بعد حمیریوں کو عروج حاصل ہوا۔

مملکت حمیر

اس مملکت کا مؤسس حمیر تھا جو بنی قحطان کی نسل سے تھا۔ مملکت حمیر کا علاقہ بحرہ احمر اور

سبا کے درمیان تھا۔ اس سلطنت کا آغاز قتبان کے علاقہ سے ہوا اور آہستہ آہستہ اس مملکت نے سبا اور ریدان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ ریدان کو اپنا دارالحکومت قرار دیا اور بعد میں اس کا نام ''ظفار'' مشہور ہوا۔ اس کے کھنڈرات صنعاء کو جانے والے راستہ پر ''مخا'' سے مشرق کی جانب ایک سو میل (150 کلومیٹر) کے فاصلے پر آج بھی موجود ہیں اہل حمیر نے سبا و معین کی ثقافت و تجارت کو ورثہ میں پایا۔ مملکت پر قبضہ کرنے کے بعد حمیر کے بادشاہوں کو ملک سبا و ریدان کہا جانے لگا۔ حمیریوں کی سلطنت چھ سو چالیس سال تک قائم رہی۔ اس کو دو برابر عہدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے دور کے حکمرانوں کو ملوک سبا و ریدان کہا جاتا تھا جب حضرموت پر حمیریوں نے قبضہ کر لیا تو ان کے بادشاہوں کو ملک سبا و ریدان و حضرموت کہا جانے لگا۔ اس خاندان کے حکمران جنگ جو اور فتوحات کے شیدائی تھے۔ اسی خاندان کا ایک مشہور بادشاہ شمر یرعش ہوا ہے جس نے ایران خراسان اور عراق کو فتح کیا۔ دریائے جیحون کے ترکستان کا علاقہ اس کی تگ وتاز کا نشانہ بنا۔ سمرقند کا شہر اسی شمر یرعش کا آباد کیا ہوا ہے۔ حمیر حکمرانوں میں ایک اور حکمران کو تاریخ میں بڑی شہرت حاصل ہے اس کا نام اسعد ابی کرب تھا جس کا زمانہ 385ء سے 420ء تک ہے۔ اس نے آذربائیجان فتح کیا اور ایران کے بادشاہ کو شکست دی۔ اور اسی نے سمرقند پر حملہ کر کے وہاں کے بادشاہ کو قتل کر دیا۔ یہ اسعد ابی کرب ہی تھا جس نے چین پر یلغار کی اور پھر روم پر حملہ کر کے اس کی فوجوں کا محاصرہ کر لیا۔ قسطنطنیہ کے حکمران سے خراج ادا کرتے تھے۔ تبع اسعد ابو کرب کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے یثرب پر حملہ کیا اور خوب جنگ ہوئی جو صلح پر منتج ہوئی اور وہ یمنی بادشاہ تھا جس نے یہودی مذہب اختیار کیا اور یہودی علماء کے لئے مدینہ میں مکانات تعمیر کرائے اور انہیں مدینہ میں آباد کیا نیز حضور نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات علماء سے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھی ایک محل تعمیر کروایا اور اس کا متولی ایک یہودی عالم مقرر کیا اور اسے وصیت کی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائیں تو یہ مکان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کیا جائے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی یہودی عالم

کی نسل سے تھے۔ واپسی پر اس نے بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھایا۔ تفصیل بعد میں بیان کی جائے گی۔ بہرحال اس نے 135 برس تک حکومت کی اس کے بعد اس کا لڑکا اقرن تخت نشین ہوا۔ پھر اس کا بیٹا کلیکرب 35 سال تک حکومت کرتا رہا اس کے بعد اس کے لڑکے تبع نے تخت شاہی پر جلوس کیا اس خاندان کا آخری حکمران ذونواس تھا جس نے نجران پر حملہ کیا اور عیسائیوں کو خندقوں میں ڈال کر جلا ڈالا تھا۔ یہ واقعہ 24۔523ء کو وقوع پذیر ہوا اور واقعۂ احدود کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت حبشہ کا ملک شاہ روم کے تابع تھا۔ اس واقعہ کی روداد نے شاہِ روم کو آگ بگولہ کر دیا، چنانچہ شاہِ روم نے حبشہ کے گورنر کو یمن پر حملہ کا حکم دیا تاکہ عیسائی آبادی کو اس کے مظالم سے نجات دلائی جائے۔ ارياط اور ابرہہ کی قیادت میں ایک لشکر حبشہ سے یمن پر حملہ آور ہوا۔ ذونواس سے جنگ ہوئی۔ اور یمن پر اہل روما کا قبضہ ہو گیا۔ ارياط اور ابرھہ میں بھی ٹھن گئی۔ ارياط قتل ہوا اور یمن پر 525ء میں ابرہہ مامور ہوا۔ اس نے یمن میں صنعاء کے شہر میں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کروایا اور یہی ابرہہ الاشرم تھا جو مکہ میں بیت اللہ شریف کو گرانے کے لئے ایک عظیم لشکر کے ساتھ چڑھ دوڑا تھا اور حکم ربی سے اس کا لشکر ابابیلوں کے ہاتھوں تباہ ہوا تھا۔ ابرہہ کے بعد اس کا لڑکا یکسوم اور پھر اس کا بھائی مسروق برسرِ اقتدار آئے اور اہل یمن کو ظلم و ستم کا حدف بنایا ذی یزن حمیری نے شاہِ ایران کے لشکر کی مدد سے رومیوں کا خاتمہ کر دیا اور حبشیوں کو مار بھگایا اور ایک آزاد حکمران کی حیثیت سے حکومت کرنے لگا لیکن حبشیوں نے موقع پا کر اپنے ہم قوم حبشیوں کے قاتل ذی یزن کو قتل کر دیا۔ اس پر شاہ ایران نے سابقہ سپہ سالار داہرز کو یمن پر فوج کشی کے لئے روانہ کیا جس نے سب حبشیوں کو قتل کر دیا۔ شاہ ایران سے داہرز کو یمن کا گورنر مقرر کر دیا۔ بعد میں داہرز نے جب یمن میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا تو شاہِ ایران نے داہرز کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ باذان کو یمن کا گورنر مقرر کیا۔ یہ آخری گورنر تھا۔ اس نے 628ء میں اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح یمن بعد میں مملکت اسلامیہ کا حصہ بن گیا۔

بنو قحطان کی یمن سے نقل مکانی اور مدینہ میں آمد

قوم سبا کے حالات میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مملکت سبا کے ایک حکمران عبدالشمس یا ملکہ بلقیس نے مآرب کے مقام پر ایک عالی شان ڈیم تعمیر کروایا تھا جسے سدِ مآرب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔قوم سبا کے حکمران عیش و عشرت میں پڑ گئے۔ڈیم کی وجہ سے پورے ملک سبا میں پھلوں کے باغات کی بہتات اور زرعی فصلوں کی کثرت نے اہل سبا کو مرفع الحال بنا دیا تو انہوں نے شمس و قمر کے خالق کی عبادت کی بجائے سورج کو دیوتا مان کر اس کی پوجا شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی سرکشی کا مزا چکھانے کے لئے شدید بارشوں کا سلسلہ شروع کر دیا جس سے ڈیم ٹوٹ گیا اور پتھروں کی بڑی بڑی سلیں پانی میں تنکوں کی طرح بہہ گئیں کھیت اور باغات تباہ و برباد ہو گئے۔زرخیز زمین فصلوں کے قابل نہ رہی۔وہاں جھاؤ جھاڑیاں اور جنگلی بیریاں آگ آئیں۔معیشت تباہ ہو گئی یہ واقعہ 115 ق م میں وقوع پذیر ہوا جبکہ رحیق المختوم میں صفحہ 44 پر لکھا ہے کہ 340ء میں پہلی بار یمن پر حبشیوں نے حمیر و ہمدان کی باہمی کشمکش کا فائدہ اٹھا کر قبضہ کر لیا جو 378ء تک برقرار رہا۔اس کے بعد یمن کی آزادی تو بحال ہو گئی۔لیکن ''مآرب'' کے مشہور بند میں رخنے پڑنا شروع ہو گئے یہاں تک کہ بالآخر 450ء یا 451ء میں یہ بند ٹوٹ گیا اور وہ سیلاب آیا جسے ''سیلِ عَرِم'' کہا گیا ہے اور جس کا ذکر قرآن کریم (سورہ سباء) میں آیا ہے۔یہ بڑا زبردست حادثہ تھا۔اس کے نتیجہ میں بستیوں کی بستیاں تباہ اور ویران ہو گئیں اور بہت سے قبائل اِدھر اُدھر بکھر گئے''۔

الرحیق المختوم صفحہ 44 پر ہی مذکور ہے کہ 115 ق م میں مملکت سبا پر قبیلہ حمیر کو غلبہ حاصل ہوا یعنی 115 ق م میں قوم سبا زوال کا شکار ہو گئی اور ان کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور قبیلہ حمیر کا اقتدار قائم ہوا۔چنانچہ قوم سبا کے زوال پذیری کے دور میں پہلے نبطیوں نے شمالی حجاز پر اپنا اقتدار قائم کر کے سبا کو ان کی نو آبادیوں سے نکال باہر کیا۔پھر رومیوں نے مصر و شام اور شمالی حجاز پر قبضہ کر کے ان کی بحری تجارت کے بحری راستے کو مخدوش کر دیا۔ان حالات کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض قحطانی قبائل اپنا وطن چھوڑ کر ادھر ادھر پراگندہ ہو گئے''۔

سیر الصحابہ جلد سوم صفحہ 23 پر مذکور ہے کہ ''سب سے آخیر یہ سبا اولیٰ کی تباہی سیلاب سے نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ سے وہ باغ ویران ہوئے جو اس کے دائیں بائیں واقع تھے۔ اور جن کو قرآن مجید میں جنتین کے نام سے یاد کیا ہے۔ سبا کی بربادی کا اصل سبب جش پر اکسومی خاندان کا تسلط شمالی عرب پر اسماعیلیوں کا خروج اور یمن پر حمیر کا ظہور تھا جس کی وجہ سے ان کی نو آبادی نکل گئیں۔ تجارت مسدود ہوگئی اور قوت وشوکت کا شیرازہ بکھر گیا''۔

الرحیق المختوم کے مطابق یمن پر حبشیوں کا قبضہ دو بار ثابت ہے۔ پہلی بار 340ء تا 378ء حبشی یمن پر قابض رہے دوسری بار اریاط اور ابرہہ نے 525ء میں یمن پر قبضہ کیا اور حبشی 575ء تک یمن پر قابض رہے۔

ایک بات اور قابل وضاحت ہے کہ سدِ مآرب کا کئی بار ٹوٹنا ثابت ہے۔ پہلی بار سد مآرب 115 ق م کے قریب ٹوٹا۔ پھر ابرہہ کے دور حکومت میں بھی 542ء کو ٹوٹا لیکن اس کی مرمت کرادی گئی جیسا کہ ابرہہ کے کتبہ میں ظاہر کیا گیا ہے اس کی تعمیر میں گیارہ ماہ لگے۔

(سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 23)

الرحیق المختوم کے مطابق سدِ مآرب 450ء یا 451ء میں ٹوٹ گیا۔ بند جتنی بار ٹوٹا ظاہر ہے بند ٹوٹنے سے ہر بار زبردست سیلاب آیا ہوگا جس سے یمن کی معیشت تباہ وبرباد ہوئی ہوگی۔ اور ہر بار قبائل یمن نے نقل مکانی بھی کی ہوگی۔

یمن سے اوس وخزرج کے جداعلیٰ عمرو بن عامر (جن کے القاب ماء السماء اور مزیقیا ہیں) کی نقل مکانی کی کہانی بیان کی جاتی ہے۔

قحطان کی اولاد میں سے عبد الشمس ایک شخص تھا جو سبا کے لقب سے مشہور تھا۔ یہی عبد الشمس ہے جسے سلطنت سبا کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اس نے اپنی وفات کے وقت دونوں بیٹوں، خاندان شاہی اور عمائدین سلطنت کو طلب کر کے وصیت کی کہ حمیر کو جو میرا لڑکا ہے سلطنت کا دایاں قطعہ اور کھلان کو بایاں قطعہ دینا۔ چونکہ دائیں ہاتھ کے لئے قلم، کوڑے اور تلوار کی ضرورت ہوتی ہے اور بائیں ہاتھ کے لئے عنان کمان اور ڈھال کی اس لئے سب

نے طے کیا کہ بادشاہ حمیر کو بنانا چاہئے اور کھلان صرف سلطنت کا محافظ رہے گا۔ چنانچہ حمیر کو یمن کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ الحارث الرائش کے زمانہ میں عامر بن حارثہ جو ماء السماء کے لقب سے مشہور ہے اور اس کے بعد عمرو مزیقیا بھی یہی خدمت انجام دیتے رہے۔ عمرو مزیقیا کی بیوی طریفہ بنت ہبیر کاہنہ تھی۔ اس نے ایک روز یہ خواب دیکھا کہ یمن کو ایک سیاہ بادل محیط ہو گیا ہے بجلی نے چمک چمک کر یمن میں زلزلہ برپا کر دیا ہے۔ اور جہاں وہ گرتی ہے وہ مقام تودہٗ خاکستر ہو جاتا ہے گھبرا کر اٹھی تو خواب عمرو سے بیان کیا اور کہا اب خیر نہیں۔ عمرو نے کہا تو پھر کیا کرنا چاہئے؟ بولی یمن کو جلدی چھوڑ کر کسی طرف نکل جانا چاہئے ورنہ دیوارِ عَرِم ٹوٹنے والی ہے جس سے تمام یمن غرقاب ہو جائے گا (سیر الصحابہ) تاریخ مدینہ منور کے صفحہ 92۔91 پر محمد عبدالمعبود نے لکھا ہے کہ:

''ملک یمن میں سد مآرب ایک عظیم ڈیم تعمیر کیا گیا تھا جس سے قوم سبا کے باغات اور کھیت سیراب ہوتے تھے اور بے پناہ پھل اور غلہ کی پیداوار تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ عمرو مزیقیا بن عامر ماء السماء بن حارثہ بن ثعلبہ بن امراء القیس بن مازن بن لاوز بن غوث بن مالک بن زید کہلاون بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان نے بند کی دیوار میں چوہے کو سوراخ کرتے دیکھا جس پر اسے بند ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہوا۔ اس لئے جان و مال کی حفاظت کی خاطر اس نے خفیہ طور پر ہجرت کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق وہ اپنی آل و اولاد کے ساتھ یمن سے نکلا اور قبیلہ ازد بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ یہ لوگ عک نجران اور پھر مکہ میں جا کر آباد ہوئے۔ اس وقت مکہ میں قوم جرہم آباد تھی۔

پھر معاش کی تنگی کے باعث ثعلبہ بن عامر و مزیقیا بن عامر اپنی اولاد حارثہ اور اس کے بیٹوں اوس و خزرج دیگر لوگوں کے ہمراہ یثرب میں آ گیا جہاں یہود آباد تھے۔

سیر الصحابہ (جلد سوم صفحہ 22) میں مذکور ہے کہ عمرو کے پاس ساز و سامان، مال و دولت اور خیل و حشم کی وہ فراوانی تھی کہ دفعتہً کوچ نہیں کر سکتا تھا اس کے علاوہ لوگوں سے کیا کہتا اس لئے اس نے ایک تدبیر سوچی اور اپنے بڑے لڑکے ثعلبہ سے کہا کہ میں تمہیں

ازدیوں کے سامنے کوئی حکم دوں گا تم اس کی تعمیل سے انکار کرنا اور جب تنبیہ کروں تو ایک تھپڑ مارنا۔ ثعلبہ نے کہا یہ گستاخی کیونکر ممکن ہے۔ بولا کہ مصلحت اسی میں ہے۔ غرض تمام سرداروں کو ایک پُر تکلف دعوت دی۔ جب سب جمع ہو گئے تو ثعلبہ کو کسی کام کا حکم دیا۔ اس نے انکار کیا تو عمرو نے نیزہ اٹھایا ثعلبہ نے فوراً ایک تھپڑ دے مارا۔ عمرو بولا۔ ہائے افسوس! یہ ذلت! اتنا سننا تھا کہ ثعلبہ کے بھائی اس کے قتل پر کمر بستہ ہو گئے۔ عمرو نے روکا اور کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ میں اپنی جائیداد فروخت کر کے کہیں نکلا چاہتا ہوں۔ اور اس کو اس کی گستاخی کے عوض ایک حبہ بھی نہ دوں گا۔ غرض اس بہانہ سے عمرو نے اپنی جائیداد نہایت اچھے داموں فروخت کی۔ اور اپنے بیٹوں پوتوں اور کنبہ والوں کو لے کر یمن سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے بعد یمن میں عام تباہی آئی اور سدِ عَرِم ٹوٹ گیا۔

عمرو نے یمن سے نکل کر بلاد عک میں پناہ لی۔ اور اپنے تین بیٹوں حارث، مالک اور حارثہ کو آگے روانہ کیا۔ یہ لوگ ابھی واپس بھی نہ ہوئے تھے کہ عمرو نے وفات پائی اور ثعلبہ اس کا بڑا لڑکا اس کا جانشین بنا۔ اس کے بعد انہوں نے عک سے بھی کوچ کیا اور عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ چنانچہ خزاعہ حجاز (مکہ) میں، غسان شام میں، اور اوس و خزرج یثرب میں مقیم ہو گئے۔ اس طرح سبا اولیٰ کا خاتمہ ہو گیا۔

ضیاء النبی جلد دوم صفحہ 565 پر لکھا ہے کہ جب عمرو بن عامر جد اعلیٰ اوس و خزرج کو یقین ہو گیا کہ یہ ڈیم جس پر ان کی معیشت کا دارومدار ہے مسلسل بے اعتنائی سے ٹوٹ جائے گا اور اس کے ٹوٹنے سے تباہ کن حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ عمرو بن عامر کے عالیشان محلات اور حویلیاں، اس کی دولت کے ذخائر اور غلے کے انبار بھی مآرب میں تھے۔ اس نے ان سب کو فروخت کر کے وہاں سے نکل جانے کا پروگرام بنایا۔ مآرب کا رئیس اعظم اگر اس طرح اپنی جائیداد فروخت کرتا تو سارے علاقے میں بے چینی کی لہر دوڑ جاتی۔ اس نے اس کے لئے ایک عجیب وغریب بہانہ تراشا۔ اس نے ایک یتیم بچے کی پرورش کی تھی۔ بڑے لاڈ پیار سے اسے پالا پوسا تھا۔ جب وہ جوان ہوا تو اس کی شادی بھی کر دی اور اس

کے جملہ اخراجات کا خود ہی کفیل ہوا۔ عمرو نے ایک روز اسے اپنے پاس تنہائی میں بلایا اور اسے کہا کہ جب ساری قوم میرے پاس جمع ہو تو میں تجھ سے کوئی بات چھیڑوں گا یہاں تک کہ تلخ کلامی کی نوبت آ جائے گی۔ جب شدت غضب میں تجھے سخت سست کہوں تو تم بھی مجھے ترکی بہ ترکی جواب دینا۔ اور جب غصہ سے بے قابو ہو کر میں تجھے تھپڑ رسید کروں تو تو بھی جواب میں مجھے طمانچہ دے مارنا۔ یہ میرا حکم ہے اس کی تعمیل تم پر لازمی ہے۔ اس میں میری اور تمہاری بہتری ہے۔

جب طے شدہ پروگرام کے مطابق قوم کے لوگ جمع ہو گئے، تو عمرو نے اس یتیم بچے سے گفتگو شروع کی۔ بات بڑھی تو عمرو نے غصے میں آ کر اسے گالیاں دیں۔ لڑکے نے بھی اس کا جواب دیا۔ آخر عمرو نے اس کو تھپڑ دے مارا اور اس کے جواب میں لڑکے نے بھی عمرو کو تھپڑ رسید کیا اس وقت عمرو نے چلا کر کہا۔

''ہائے ذلت و رسوائی! آج عمرو کے فخر اور بزرگی کا جنازہ نکل گیا''۔

اس نے قسم کھائی کہ وہ اس جوان کو زندہ نہیں رہنے دے گا اس کو اس کی گستاخی کا مزا چکھا کر رہے گا۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کر کے اس لڑکے کو قتل ہونے سے بچا لیا لیکن عمرو نے برا فروختہ ہو کر اعلان کیا:

''بخدا میں اس شہر میں نہیں رہوں گا جہاں میرے ساتھ ایسا کیا گیا ہے۔ میں اپنے تمام اموال فروخت کر دوں گا اور یہاں سے کوچ کر جاؤں گا''۔

لوگوں نے اس کی برہمی کو غنیمت جانا۔ دھڑا دھڑ اس کے بنگلے حویلیاں، مکانات اور اس کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد خریدنا شروع کر دی۔ قبیلہ بنی ازد نے بھی عمرو کی اقتدا کرتے ہوئے اپنی جائیدادیں فروخت کر دیں اور وہاں سے کوچ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب عمرو اپنے اموال فروخت کرنے سے فارغ ہوا تو اس نے لوگوں کو اپنے خدشات سے آگاہ کیا۔ بہت سے لوگ اس کے ساتھ ترک وطن پر آمادہ ہو گئے۔ جو باقی رہ گئے طوفان آیا اور انہیں خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔

عمرو بن عامر اپنے فرزندوں اور بنی اُزد کے قبائل کے ہمراہ روانہ ہوا اور یثرب کا رخ کیا۔ مآرب سے رخت سفر باندھتے ہوئے اس نے تمام قبائل کے سامنے عرب کے مختلف علاقوں کی خصوصیات بیان کیں تاکہ ہر قبیلہ اپنی پسند کے علاقے میں رہائش اختیار کرے۔ چنانچہ قبیلہ اُزد عمان میں، عمرو کا بیٹا وداعہ مدائن میں، خزاعہ وطن مُر میں، اوس وخزرج لاوہ کے میدان میں، آل جفنہ بن غسان کے علاقے بصریٰ اور سدیر میں جریمہ الاہرش اور حیرہ میں بسنے والے بنوغسان عراق میں منتقل ہو گئے۔

عمرو بن عامر کے قافلے کا سفر جاری رہا اور راستے میں اس کے ساتھی مختلف علاقوں میں منتقل ہوتے گئے۔ لحی جس کا نام ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن حارثہ تھا وہ قافلہ سے جدا ہو کر مکہ آیا اور بنوجرہم کے بادشاہ عامر جرہمی کی لڑکی سے شادی کر لی اور اس کے بطن سے عمرو بن لحی پیدا ہوا جس نے عرب میں بت پرستی کو رواج دیا۔ یہ قافلہ جب مکہ پہنچا تو عمرو کے بیٹے ثعلبہ نے بنوجرہم کے بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ ہم یہاں چند دن ٹھہرنا چاہتے ہیں بعد میں ہم مناسب علاقوں میں نقل مکانی کر جائیں گے بنوجرہم نے ان کو اجازت دینے سے انکار کر دیا ثعلبہ نے بنوجرہم کو سنگین نتائج کی دھمکی دی۔ آخر کار جنگ کی نوبت آئی۔ زبردست جنگ ہوئی بنوجرہم کو شکست ہوئی اور ان کی کثیر تعداد ماری گئی۔ ثعلبہ اپنے لوگوں کے ساتھ ایک سال تک مکہ کے نواح میں خیمہ زن رہا۔ وہاں بخار کا مرض پھوٹ پڑا۔ اس لئے انہوں نے وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا۔ ہر قبیلہ اپنی پسند کے علاقے کو چلا گیا۔ اوس وخزرج جو حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کے فرزند تھے وہ یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہاں جا کر سکونت پذیر ہو گئے۔

علامہ یعقوب حموی کی تحقیق کے مطابق جب یہ قافلہ یمن سے روانہ ہوا تو ثعلبہ نے وہاں سے ہی حجاز کا رخ اختیار کیا تھا۔ اور ثعلبہ اور ذی کار کے درمیانی علاقہ میں اقامت اختیار کی۔ اسی کے نام سے یہ علاقہ ثعلبہ کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ اور اس کی ساری اولاد یہیں فروکش ہو گئی۔ یہ لوگ کافی تعداد میں بڑھے اور جب تعداد بہت بڑھ گئی تو اولاد کی

کثرت کی وجہ سے وہ یثرب کی طرف ہجرت کر گئے۔ یہود کے قبائل پہلے ہی یثرب میں آباد تھے۔ ان کے درمیان وہ بھی رہنے لگے۔ یہودی تیمار خیبر اور وادی القریٰ وغیرہ میں آباد تھے۔ چنانچہ اوس و خزرج کے بعض افراد وہاں بھی چلے گئے۔ لیکن اکثریت یثرب میں ہی آباد ہو گئی۔

یمنی قبائل کی یمن سے نقل مکانی ایک ہی وقت میں نہ ہوئی اور نہ ہی اس کی وجہ محض سیل عَرِم تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یمنی قبائل نے مختلف اوقات میں مختلف وجوہات کی بناء پر یمن چھوڑا۔ یہ کہنا کہ عمرو بن عامر نے سد مآرب میں ایک جنگلی چوہے کو سوراخ کرتے دیکھا یا اس کی کاہنہ بیوی کے خواب نے اسے خوف زدہ کر دیا تو وہ اپنے وطن کو قبل از سیل عَرِم چھوڑنے پر کمربستہ ہو گیا بالکل لغو ہے۔ کیا کوئی محض خواب کی بنیاد پر وطن چھوڑنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ عمرو بن عامر تو علاقے کا حکمران تھا کوئی عام آدمی نہ تھا۔ محض چوہے کو سد مآرب میں سوراخ کرتے دیکھ کر کوئی حکمران اپنا پیارا وطن چھوڑ سکتا ہے۔ جہاں تک سیل عرم کا تعلق ہے تو اس نے سارے یمن کو تو تباہ نہیں کر ڈالا تھا مخصوص علاقے کو تباہ کیا ہوگا جو اس کی زد میں تھا۔ پھر عمرو اور بنی ازد تو سیلاب سے قبل ہی یمن چھوڑ چکے تھے۔ یہ ساری باتیں مؤرخین کی خود ساختہ اور من گھڑت کہانیاں ہیں۔ نقل مکانی کی اصل وجہ ایک نہیں بلکہ یمنیوں کے ترک وطن کی کئی وجوہات ہیں۔ عام کہلانی قبائل کے ترک وطن کا واقعہ سیل عَرِم سے بہت پہلے اس وقت پیش آیا جب رومیوں نے مصر و شام پر قبضہ کر کے اہل یمن کی تجارت کے بحری راستے پر اپنا تسلط جما لیا اور بری شاہراہ کی سہولیات تباہ کر کے اپنا دباؤ اس قدر بڑھا دیا کہ کہلانیوں (اہل یمن) کی تجارت تباہ ہو کر رہ گئی۔ کچھ عجب نہیں کہ کہلانی اور حمیری خاندانوں میں چپقلش بھی رہی ہو اور یہ بھی کہلانیوں کے ترک وطن کا ایک سبب بنی ہو۔ اس کا اشارہ اس سے بھی ملتا ہے کہ کہلانی قبائل نے ترک وطن کیا لیکن حمیری قبائل اپنی جگہ برقرار رہے۔ بہر حال تنگ معاش جس کی وجہ کچھ بھی ہو کی بناء پر عمرو بن عامر اور بنو ازد نے یمن سے ترک وطن کر کے جزیرۃ العرب کے مختلف خطوں میں قیام پذیر ہو گئے۔ اور اس

طرح اوس وخزرج جو بنوقحطان کے قبائل کی شاخ تھی یثرب میں آ کر آباد ہوئی۔ پہلے یثرب کے نواح میں یہ لوگ آباد ہوئے بعد ازاں ان کی تعداد کافی حد تک بڑھ گئی اور پھیلتے پھیلتے یثرب کے اندرون تک جا پہنچی۔

اوس وخزرج اور یثرب

یہاں سے اوس وخزرج (انصار) کی نئی کہانی شروع ہوتی ہے۔ اوس اور خزرج دو حقیقی بھائی تھے۔ ان کے والد کا نام حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر تھا۔ اور ان کی والدہ کا نام قیلہ تھا۔ اوس کا صرف ایک لڑکا تھا جس کا نام مالک تھا جبکہ خزرج کے پانچ بیٹے (1) عمرو (2) عوف (3) جشم (4) کعب اور (5) حارث تھے۔ یہی حضرت ابوایوب خالد بن زید کا خاندان قرار دیا ہے۔ یعنی آپ کا (بقول مورخین) خاندان خزرج ہے اسی وجہ سے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو خزرجی کہا جاتا ہے بنوخزرج کی ایک شاخ بنونجار ہے جس کی وجہ سے آپ کو نجاری بھی کہا جاتا ہے۔ تفصیل نسب نامے میں آ چکی ہے۔

اوس وخزرج کے قبائل جب یثرب پہنچے تو اس وقت وہاں کی تمام زرعی زمینیں تجارتی منڈیاں اور بازار یہودیوں کے قبضہ میں تھے جو پہلے سے وہاں آباد تھے۔ اس کے علاوہ یہود نے قلعے بھی تعمیر کر رکھے تھے تاکہ کسی قوم سے حالتِ جنگ میں مورچہ زن ہو کر اپنا دفاع کر سکیں۔ عددی قوت اور مادی وسائل کی ان کے ہاں فراوانی تھی۔

اوس وخزرج نے بالائی اور نشیبی علاقوں میں اپنی بستیاں آباد کر لیں۔ انہوں نے یہود کے ساتھ معاہدہ دوستی کر لیا تاکہ وادی کے مکینوں کے ساتھ مل جل کر امن وسکون کی زندگی بسر کر سکیں۔ یہ بقائے باہمی اور مشترکہ کا معاہدہ تھا۔

اوس وخزرج کی معاشی حالت آہستہ آہستہ بہتر ہو گئی اور ان کی تعداد بھی بڑھنے لگی۔ بنو قریظہ اور بنونضیر کے یہودی قبائل ان سے خائف رہنے لگے بالآخر انہوں نے معاہدہ توڑ دیا۔ خوف ورجا کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اوس وخزرج کو خوف پیدا ہوا کہ یہود کہیں ان کو علاقہ بدر نہ کر دیں ان میں ایک نامور فرزند مالک بن عجلان پیدا ہوا جو بڑا ہی حوصلہ مند اور با

صلاحیت شخص تھا۔ وہ سالم بن عوف بن خزرج کے خاندان سے تھا۔ کشمکش اور آمادہ جنگ یہود اور اوس وخزرج کے ان حالات میں، انصار نے مالک بن عجلان کو اپنا سردار منتخب کرلیا ادھر یہود نے الفطیون کو اپنا سربراہ مقرر کرلیا تھا۔ یہ بڑا فاسق اور فاجر شخص تھا۔ اوس وخزرج کی یثرب آمد سے پہلے یہود کے بادشاہ الفطیون نے حکم جاری کر رکھا تھا کہ جب بھی کسی لڑکی کی شادی ہو تو وہ اپنے خاوند کے پاس جانے سے پہلے ایک رات اس کے شبستان کی زینت بنے گی۔ تب وہ اپنے خاوند کے حجلۂ عروسی میں قدم رکھے گی لیکن اوس وخزرج کے قبائل اس قبیح حکم سے مستثنیٰ تھے۔ اب اس نے ان قبائل کی لڑکیوں کی عصمتوں پر ڈاکہ ڈالنے کا عزم کرلیا۔ اتفاق سے مالک بن عجلان کی بہن کی شادی کی تاریخ مقرر ہوئی تو اس نے پیغام بھیجا کہ دلہن پہلی رات اس کے پاس گزارے گی۔ دوسرے روز وہ اپنے خاوند کے پاس جائے گی۔ شادی کی تاریخ سے ایک روز پہلے مالک کی بہن گھریلو لباس میں باہر آئی اور اس مجمع کے پاس سے گزری یہاں مالک بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ایسی حالت میں گزری کہ اس کی پنڈلیاں برہنہ تھیں مالک یہ دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا اور گھر آ کر بہن کی سرزنش کی۔ بہن نے کہا بھائی تم اتنی سے بات پر برافروختہ ہو گئے ہو۔ تمہاری بہن کے ساتھ آئندہ شب جو کچھ ہونے والا ہے وہ تو اس سے کہیں زیادہ ہولناک ہے مالک نے کہا۔ بہن تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں اس سے نپٹ لوں گا۔ شادی کی شب عورتیں مالک کی بہن کو دلہن بنا کر جب الفطیوں کے محل میں نلے جانے لگیں تو مالک بھی عورتوں کا لباس پہن کر تلوار بغل میں چھپا کر ان کے ساتھ ہولیا۔ عورتیں اس کی بہن کو محل میں پہنچا کر لوٹ آئیں۔ مالک نے شب کو موقع پا کر الفطیون کو قتل کرڈالا اور گھر آ گیا۔ اسے یہودیوں کی طرف سے الفطیون کے قتل کے شدید ردِ عمل کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ وہ بھاگ کر شام پہنچا جہاں اس کا ہم نسل اور ہم قبیلہ غسانیوں کا بادشاہ ابوجبیلہ حکمران تھا۔ اس نے اوس وخزرج کی مظلومیت اور یہودی قبائل کے ظلم وستم اور فسق وفجور کی داستان غم ابوجبیلہ کو سنائی۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں تبع یمن (تبع بن حسان) بھی موجود تھا جس نے غسان کے علاقہ کو فتح کیا اور وہاں کے بادشاہ کو اپنا باجگزار بنا

لیا۔ تبع نے قسم کھائی کہ جب تک وہ یثرب پر چڑھائی کر کے یہودیوں کو ذلیل ورسوا نہیں کرے گا نہ ہی اپنی بیوی کے قریب جائے گا، نہ خوشبو لگائے گا اور نہ شراب پیئے گا۔

(ضیاء النبی بحوالہ وفاالوفا)

تاریخ مدینہ (صفحہ 91) میں محمد عبدالمعبود نے لکھا ہے:

کہ مالک بن عجلان کی دود بھری داستان سن کر شاہِ غسان (ابوجبیلہ) نے اس کی پوری پوری مدد کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اس نے لشکر جرار تیار کیا اور یثرب پر چڑھائی کے لئے روانہ ہو گیا۔ یثرب پہنچ کر وہ کوہِ احد کے شمال مغرب میں ذی حرض کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔

ابوجبیلہ کے لشکر کی اطلاع پاتے ہی یہود قلعہ بند ہو گئے۔ ابوجبیلہ نے کمال دانشمندی سے کام لے کر یہود کو دام فریب میں پھنسانے کے لئے ایک عالیشان محل تیار کروا دیا اور ایک نہایت ہی پُر تکلف دعوت کا انتظام کیا۔ اس نے اوس وخزرج کے رؤساء کو بیش قیمت تحائف عطا کئے۔ پھر اس نے رؤسائے یہود کو دعوت دی وہ لالچ وطمع کا شکار ہو کر اس کے دامِ فریب میں پھنس گئے۔ شاہِ غسان نے یہود کے ایک ایک سردار کو چن چن کر قتل کروا دیا۔ اس طرح 350 یہودی سردار مارے گئے جس سے یہود کی شان وشوکت خاک میں مل گئی۔ بچے کھچے سرداروں کو مالک بن عجلان نے تہہ تیغ کر دیا۔ عام آدمی جو زندہ بچے وہ مدینہ سے بھاگ گئے یا اوس وخزرج سے امان طلب کر لی اور ان کے دستِ نگر ہو کر مدینہ میں رہنے لگے۔

ابن خلدون کے قول کے مطابق ابوجبیلہ کے شام چلے جانے کے کچھ عرصہ بعد جب یہود اس قتل عام کو بھول گئے تو ابن عجلان نے صلاح مشورے سے یہود کی دعوت کی لیکن یہود نے ابوجبیلہ کی غداری کا عذر پیش کیا اور دعوت سے انکار کر دیا۔ مالک بن عجلان نے انہیں یقین دلایا کہ وہ ابوجبیلہ کی طرح غدار نہیں ہے۔ میں اس کی طرح تمہارے ساتھ بد عہدی نہیں کر سکتا۔ یہود اس کے کہنے میں آ گئے۔ جب وہ دعوت والے مکان میں آنے

لگے۔تو مالک نے ان کے 87 رؤسا کو قتل کر دیا۔اس طرح یہود کی سازشوں کا سلسلہ ختم ہوا اور وہ اوس وخزرج کے زیر سایہ دب کر رہنے لگے۔

اس کے بعد اوس وخزرج کو کمال وعروج حاصل ہوا اور جاہ وحشمت میں زبردست اضافہ ہوا۔اور یثرب میں جو کچھ تھا اس کے مالک بنی قیلہ (اوس وخزرج کی ماں) بن بیٹھے۔اوس اور خزرج دونوں بھائیوں کے نام پر دو بڑے قبیلے بن کر ابھرے اور ہر دو قبائل کی کئی شاخیں بڑھیں۔

قبیلہ اوس

اوس بن حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر کا ایک ہی لڑکا تھا جس کا نام مالک تھا۔مالک بن اوس کے پانچ بیٹے تھے۔(1) عمرو بن مالک (2) عوف بن مالک (3) مرہ بن مالک (4) امراء القیس بن مالک اور (5) جشم بن مالک۔ان سے متعدد قبائل وجود میں آئے۔

قبیلہ خزرج

خزرج کے پانچ بیٹے (1) عمرو بن خزرج (2) عوف بن خزرج (3) جشم بن خزرج (4) کعب بن خزرج (5) حارث بن خزرج۔خزرج کے پانچوں بیٹوں کی نسل پانچ خاندانوں کی شکل میں وجود میں آئی۔ان میں سے عمرو بن خزرج بنو نجار کا جداعلیٰ ہے۔اور نجار بن عمرو کی بے شمار شاخیں ہیں اور انہیں میں سے ایک سے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے۔تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بنو نجار کا جداعلیٰ ہے تیم اللہ کو ہی نجار کہا جاتا ہے اگرچہ اس ضمن میں قبل ازیں نسب نامے میں تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے تاہم نئے حالات کے پیش نظر مختصر طور پر ذکر کر دیا گیا ہے۔

یہود نے جب دیکھا کہ وہ اوس وخزرج کا مقابلہ طاقت سے نہیں کر سکتے تو انہوں نے دونوں قبائل میں بدگمانیاں پیدا کرنا شروع کر دیں اور ان کے دلوں میں حسد وعناد کی تخم ریزی شروع کر دی۔یہود کے کچھ قبائل اوس کے حلیف بن جاتے اور بعض خزرج کے ساتھی بن جاتے۔لیکن پیشتر اس کے کہ اوس وخزرج کی باہمی لڑائیوں کا تذکرہ لکھا جائے۔

مدینہ پر تبع یمن کے حملے کے بارے میں لکھنا ضروری ہے۔

تبع یمن کا حملہ

اس واقعہ کو تقریباً تمام سیرت نگاروں اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے۔ محمد عبدالمعبود نے تاریخ مدینہ منورہ (صفحہ 139) میں لکھا ہے کہ آفتاب رسالت کے طلوع سے سات سو برس پہلے کا ذکر ہے کہ شاہ (یمن) تبع اسعد بن کرب مشرقی ممالک کو زیر نگیں کرنے کی غرض سے نکلا۔ اس کا گزر مدینہ سے بھی ہوا۔ جہاں مقام سخ پر اس نے قیام کیا۔ اس وقت اہلیان مدینہ کا رئیس عمرو بن طلحہ (النجاری) تھا شاہ تبع یہود کو قتل اور مدینہ کو برباد کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اہلیان مدینہ نے جنگ پر صلح کو ترجیح دے کر قتل و غارت سے نجات حاصل کر لی۔ جب اہل مدینہ سے صلح کا معاہدہ طے پا گیا تو بادشاہ اپنے لڑکے کو وہاں کا حاکم مقرر کر کے مکہ پر حملہ کرنے کی خاطر چل دیا۔ اس کے جانے کے بعد اہل مدینہ نے شہزادے کو قتل کر دیا۔ بادشاہ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ غضبناک ہو کر لوٹا۔ اور اہل مدینہ کے قتل عام کا فیصلہ کر لیا۔

بادشاہ کے اس انتہائی خطرناک ارادہ کا علم بنی قریظہ کے دو علماء (سخیت اور ہمنیشہ) کو ہوا تو انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ناصحانہ اور ہمدردانہ مشورہ دیا کہ وہ اہل مدینہ کی ہلاکت کا مذموم ارادہ ترک کر دے اور ان کی خیر خواہی کو قبول کر لے ورنہ اندیشہ ہے کہ کسی ناگہانی آفت کا شکار ہو جائیگا۔ شاہ تبع نے دریافت کیا کہ عذاب میں مبتلا ہونے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے۔ علماء نے بتایا کہ مدینہ باسکینہ نبی آخر الزماں ﷺ کا دار الہجرت اور دار القرار ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

بادشاہ نے اس مخلصانہ مشورہ کی قدر کرتے ہوئے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اور علماء کی علمیت اور فضیلت سے متاثر ہو کر ان کا دین قبول کر لیا۔ اس طرح خاموشی کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو گیا۔ (تاریخ مدینہ بحوالہ ابن ہشام و روض الانف)

ایک روایت کے مطابق جب تبع شاہِ یمن مدینہ سے گزرا تو چار سو علماء تورات اس کے ہمراہ تھے علماء نے بادشاہ سے درخواست کی کہ انہیں اس سرزمین میں رہنے کی اجازت دی

جائے۔ بادشاہ نے اس کا سبب دریافت کیا جس پر علماء نے کہا کہ ہم نے انبیاء کرام کے صحیفوں میں پڑھا ہے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کا دار الہجرت یہ شہر ہوگا۔

بادشاہ نے نہ صرف انہیں وہاں رہنے کی اجازت دے دی بلکہ ان کے لئے مکانات تعمیر کرائے۔ ان کے نکاح کروائے اور ان کی گزر اوقات کے لئے مال و دولت بھی عطا کیا اور مقصود کائنات ﷺ کی ذات بابرکات کے لئے ایک عالیشان محل بھی تعمیر کروایا اور آپ ﷺ کے نام خط بھی لکھا جس میں اپنے اسلام اور اشتیاق دیدار کا ان الفاظ میں اظہار کیا۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء النبی جلد سوم صفحہ 27۔126 پر خط کا متن بھی لکھا ہے اور یہ واقعہ قدرے تضاد کے ساتھ یوں لکھا ہے۔

''اس کے بارے میں سیرت نگار محمد ابن اسحاق نے اپنی تالیف ''المبتدا'' میں اور ابن ہشام نے ''التیجان'' میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ دمشق میں اور دیگر متعدد علماء نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ تبع مکہ مکرمہ میں زیارت کعبہ اور اسے غلاف پہنانے کے بعد اپنے لشکر سمیت یثرب کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت یثرب ایک پانی کے چشمے کا نام تھا۔ جہاں کھیتی باڑی کا نام ونشان نہ تھا۔ تبع کے ہمراہ لشکر کے علاوہ صاحب کمال علماء و حکماء کا بھی ایک جم غفیر تھا۔ جو اس نے مختلف علاقوں سے چن چن کر اکٹھے کیے تھے یثرب پہنچ کر اس نے وہاں قیام کیا۔ ایک روز چار سو علماء نے اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر بادشاہ سے درخواست کی کہ ہم اپنے شہروں کو چھوڑ کر ایک طویل عرصہ تک جہاں پناہ کے ساتھ سفر کرتے رہے ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ یہاں قیام کریں یہاں تک کہ ہمیں موت آجائے۔ بادشاہ نے وزیر کو بلایا اور کہا کہ ان کے حالات پر غور کرے اور وجہ دریافت کرے جس کے باعث ان لوگوں نے میرے ساتھ چلنے کا عزم ترک کر دیا ہے حالانکہ مجھے ان کی سخت ضرورت ہے۔

وزیر ان کے پاس گیا۔ ان سب کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور بادشاہ نے اسے جو کہا تھا۔ اس سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے وزیر کو کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کعبہ کی عزت اور اس شہر کا شرف اس ہستی کی وجہ سے ہے جو یہاں ظہور پذیر ہوگی۔ ان کا نام ''محمد'' ہوگا حق کے امام

ہوں گے۔ وہ صاحب قرآن، صاحب قبلہ اور صاحب لواء ومنبر ہوں گے۔ وہ یہ اعلان کریں گے لا الٰہ الا اللّٰہ ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی۔ ان کی ہجرت گاہ یہ شہر بنے گا پس خوشخبری ہے ان کے لئے جوان کو پالے گا اوران پر ایمان لے آئے گا۔ ہماری یہ آرزو ہے کہ ہم ان کی زیارت سے مشرف ہوں یا ہماری آنے والی نسلوں سے ہمارا کوئی بچہ ان کے زمانے کو پالے اوران پر ایمان لے آئے۔ وزیر نے جب یہ بات سنی تو اس کے دل میں بھی شوق پیدا ہوا کہ وہ بھی یہاں رہائش پذیر ہو جائے۔ جب بادشاہ کوچ کرنے لگا تو ان سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہم ہرگز اس جگہ سے نہیں جائیں گے۔ ہم نے اس کی وجہ آپ کے وزیر کو تفصیل سے بتادی ہے۔ بادشاہ نے وزیر کو بلا کر دریافت کیا۔ اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ سوچ میں پڑ گیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ ایک سال حضور ﷺ کی آمد کے انتظار میں یہاں ٹھہرے گا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان چارسو علماء کے لئے چارسو مکانات تعمیر کئے جائیں۔ اس نے چارسو کنیزیں خریدیں اور انہیں آزاد کیا۔ پھر ان کا نکاح ایک ایک عالم سے کردیا۔ ان کو زرکثیر بخشا تاکہ ان کے اخراجات آسانی سے برداشت کرسکیں۔ ایک خط لکھا جسے سونے کے ساتھ سربمہر کردیا۔ اوران علماء میں سے جو سب سے بڑا عالم تھا اس کے سپرد کیا۔ اوراس سے التماس کی کہ اگر اس کو حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوتو یہ عریضہ وہ خود حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرے ورنہ اپنی اولاد دراولاد کو یہ وصیت کرتا جائے کہ جس کو وہ عہد سعید دیکھنا نصیب ہو اور رحمت عالم ﷺ کی زیارت کا شرف میسر ہوتو وہ اس کا عریضہ بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کرے۔ اس کے عریضے کے چند فقرے یوں بیان کئے گئے ہیں:

اَمَّا بَعْدُ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِکَ وَ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ نَزَّلَهُ اللہُ عَلَیْکَ وَ اَنَا عَلٰی دِیْنِکَ وَ اٰمَنْتُ بِرَبِّکَ وَ رَبِّ کُلِّ شَیْءٍ وَ اِنْ اَدْرَکْتُ فِیْھَا وَ نَعِمْتُ وَ اِنْ لَمْ اُدْرِکْکَ فَشْفَعْ لِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

''اے اللہ کے رسول (محمد) میں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ تعالیٰ آپ پر نازل فرمائے گا۔ میں نے حضور ﷺ کا دین قبول کیا ہے اور آپ کی سنت پر عمل کروں گا آپ ﷺ کے رب پر اور کائنات کے رب پر ایمان لایا ہوں۔ اور جو احکام شریعت آپ ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئیں گے ان پر محکم یقین رکھتا ہوں۔ اگر مجھے آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے تو یہ میری انتہائی خوش بختی ہوگی۔ اور اگر میں زیارت کی سعادت سے بہرہ ور نہ ہو سکوں تو قیامت کے روز میری شفاعت فرمایئے اور مجھے فراموش نہ کیجئے۔ میں حضور ﷺ کے ان فرمانبردار اور اطاعت گزار امتیوں میں سے ہوں جو حضور ﷺ کی آمد سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لائے تھے''۔

امام محمد بن یوسف الصالحی نے سبل الہدیٰ میں اس واقعہ کو متعدد حوالوں سے نقل کیا ہے اور وہ اشعار بھی لکھے ہیں جو اس نے اپنے عریضہ میں تحریر کئے تھے:

شَہِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّہٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللہِ بَارِیٔ نَسَمٍ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد ﷺ اس اللہ کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے''۔

وَ لَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِہٖ لَکُنْتُ وَزِیْرًا لَّہٗ وَ ابْنَ عَمٍّ

''اگر میری زندگی نے وفا کی اور میں نے حضور ﷺ کا زمانہ پالیا تو میں حضور کا وزیر بنوں گا اور چچازاد بھائی کی طرح ہر موقع پر امداد کروں گا''۔

وَ جَاھَدْتُ بِالسَّیْفِ اَعْدَاءَہٗ وَ فَرَّجْتُ مِنْ صَدْرِہٖ کُلَّ ھَمٍّ

''میں تلوار کے ساتھ آپ ﷺ کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور حضور ﷺ کے سینہ میں جو فکر و اندیشہ ہوگا۔ اس کو دور کروں گا''۔

چنانچہ وہ خط نسل در نسل چلتے چلتے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا اور تبع شاہ یمن کا تعمیر کردہ محل بھی زمانہ کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا اور تعمیر در تعمیر کے مراحل طے

کرتا ہوا سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے تصرف میں آ گیا۔ چنانچہ جب خیر الخلائق سید الاولین و آخرین ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ دونوں چیزیں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی گئیں۔ (وفا الوفا)

تبع کی وفات کے بعد پورے ایک ہزار سال گزر گئے تو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ حضور ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اہل یثرب کو جب پتہ چلا تو انہوں نے مشورہ کیا کہ اس خط کو حضور ﷺ کی خدمت میں کیسے پہنچایا جائے چنانچہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن عوف جو ہجرت کر کے یثرب پہنچ چکے تھے کے مشورہ سے ابولیلیٰ انصاری کے ذریعے بحفاظت یہ خط حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے روانہ کیا۔ دوران سفر آپ ﷺ بنو سلیم کے ایک شخص کے گھر قیام پزید تھے کہ یہ شخص حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ اَنْتَ اَبُوْ لَیْلٰی تم ابولیلیٰ ہو اس نے عرض کی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا۔ تبع اول شاہِ یمن کا خط تمہارے پاس ہے؟ وہ یہ سن کر ششدر ہوا اور سراپا حیرت بن کر پوچھنے لگا۔ آپ کون ہیں آپ جادوگر تو نہیں؟۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ میں محمد ہوں۔ (ﷺ) ھَاتِ الْکِتَاب وہ خط پیش کرو اس نے اپنا سامان کھولا جس میں اس نے خط چھپا رکھا تھا۔ اس کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر سنایا۔ آپ ﷺ نے اس کا خط پڑھ کر تین بار فرمایا مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِح کہ میں اپنے نیک بھائی کو مرحبا کہتا ہوں (ضیاء النبی جلد 3 صفحہ 129) سیر الصحابہ جلد سوم صفحہ 31۔30 پر علامہ سعید انصاری نے لکھا ہے کہ اوس و خزرج کے رئیس عمرو بن طلة کو جب معلوم ہوا تبع امادہ جنگ ہے تو وہ امادہ دفاع ہوا تبع سے چند لڑائیاں ہوئیں۔ تاریخ مدینہ منورہ کے مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے (صفحہ 59) پر لکھا ہے کہ تبع اپنے بیٹے کے (قتل کے) انتقام کے لیئے مدینہ آیا اور قتل و غارت شروع کر دی۔ اس کا گھوڑا جنگ میں مارا گیا۔ اس نے قسم کھائی کہ وہ جب اس شہر مبارک کو

برباد نہ کرے گا قدم باہر نہ کرے گا۔ صرف سیر الصحابہ اور تاریخ مدینہ کے مصنفین مولانا سعید انصاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تبع کی قتل و غارت اور جنگ کا تذکرہ کیا ہے جبکہ دیگر تذکرہ نگاروں نے اس کا کہیں ذکر نہیں کیا۔

سیر الصحابہ میں مزید تحریر ہے کہ تبع سے چند لڑائیاں ہوئیں لیکن ان ایام میں اوس و خزرج نے اس کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا تھا یعنی باایں ہمہ کہ برسر پیکار تھے، رات کو اس کی ضیافت کرتے تھے وہ ان کے کریمانہ اخلاق پر سخت متعجب تھا اور ان کی دل سے عزت کرتا تھا۔ اسی اثنا میں یہود کے دو عالم اس کے پاس گئے۔ اس نے یہودی مذہب اختیار کیا اور محاصرہ اٹھا کر یمن چلا گیا۔

یہ واقعہ ہجرت سے تقریباً 240 سال قبل کا ہے۔ ضیاء النبی جلد اول صفحہ 272 پر جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ یمن تبع اسعد بن ابی کرب کا عہد حکومت 385ء تا 420ء ہے ممکن یہ تبع اسعد بن ابی کرب ہی ہو جس نے یثرب پر حملہ کیا ہو اور یہودی مذہب اختیار کیا ہو لیکن یہ معاملہ خاصا الجھا ہوا ہے۔ پچھلے صفحات میں ضیاء النبی جلد سوم کے حوالے سے تبع یمن کا ذکر کیا گیا ہے۔ ابو لیلیٰ جب تبع کا خط لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اسے فرمایا تھا کہ شاہ یمن تبع اول کا خط پیش کرو۔ آپ ﷺ نے یہاں تبع اول کا لفظ استعمال کیا تھا۔ یہ تبع اول کون تھا۔ نیز اسی واقعہ کے بارے میں ضیاء النبی جلد سوم میں مذکور ہے کہ اس واقعہ کے ایک ہزار سال بعد حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تاریخ مدینہ کے مطابق یہ واقعہ حضور کی ولادت سے سات سو برس قبل وقوع پذیر ہوا جبکہ سیر الصحابہ کے مطابق یہ واقعہ ہجرت نبوی سے تقریباً 240 سال قبل پیش آیا ان تضادات نے معاملہ کو پُر پیچ بنا ڈالا ہے۔ ضیاء النبی جلد اول میں کچھ اشارے ملتے ہیں جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ واقعی بہت پہلے پیش آیا ہو گا۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء النبی صفحہ 271 پر اسعد بن ابی کرب کا تذکرہ کیا ہے جس کا عہد حکومت 385ء تا 420ء لکھا ہے پھر لکھا ہے کہ اسی اسعد نے

یثرب پر حملہ کیا اور کعبہ کو غلاف پہنایا۔ یہ اہل عرب میں پہلا شخص ہے جس نے یہودی مذہب اختیار کیا۔

پھر صفحہ 272 پر سید محمود شکری آلوسی کی کتاب بلوغ الادب کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

''ان بادشاہوں میں سے ایک کا نام الحرث تھا جو حمیر کی پندرھویں پشت میں تھا۔ اس سے قبل اس کی مملکت یمن تک محدود تھی۔ یہ یمن سے نکلا اور دیگر مما لک کو فتح کیا اور وہاں سے کثیر مقدار میں مال غنیمت حاصل کیا۔ اس کا عہد حکومت 125 سال رہا۔ اس نے اپنے اشعار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر بڑی عقیدت ومحبت سے کیا ہے''۔

یہ وہی اشعار ہیں جو تبع کے خط کے ضمن میں پہلے احاطہ تحریر میں لائے جا چکے ہیں۔

اس کے بعد تحریر ہے کہ شمر یرعش کے بعد اس کا بیٹا اقرن تخت حکمرانی پر متمکن ہوا۔ پھر اس کے بعد اس کا بیٹا کلیکرب بادشاہ بنا اس کا دورِ حکومت 35 سال تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے تبع نے تخت شاہی پر جلوس کیا۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ان اہل ایمان میں سے ہے جنہوں نے رحمت عالم کی بعثت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو قبول کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ایمان لایا اس سے یہ شعر منقول ہیں:

شَہِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّہٗ　　رَسُوْلٌ مِّنَ اللہِ بَارِیْ النَّسَمِ

وَ لَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِہٖ　　کُنْتُ وَزِیْرًا لَّہٗ وَ ابْنَ عَمّ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اللہ کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے اگر میری عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری تک وفا کی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وزیر ثابت ہوں گا اور چچازاد بھائی کی طرح معاون اور مددگار رہوں گا''۔

اس سے یہ شعر بھی منسوب ہے

قَدْ کَانَ ذُوالْقَرْنَیْنِ قَبْلِیْ مُسْلِماً　　مَلِکاً تَدِیْنُ لَہُ الْمَلُوْکُ وَ تَحْشُدُ

مِنْ بَعْدِہٖ بِلْقِیْسُ کَانَتْ عَمَّتِیْ　　کلِکَتْھُمْ حَتّٰی اَتَاھَا الْھُدْھُدُ

''کہ ذوالقرنین مجھ سے پہلے گزرا ہے اور وہ مسلمان تھا اور بادشاہ تھا۔ زمانے کے

سارے بادشاہ اس کے تابع فرمان تھے اور اس کے جھنڈے کے تلے جمع ہوتے تھے۔

اس کے بعد بلقیس کا دور آیا جو میری پھوپھی تھی اس وقت تک اپنے قبیلہ کی بادشاہ رہی جب ھُد ھُد"۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب گرامی لے کر اس کے پاس آیا (ضیاء النبی جلد 1 صفحہ 73-271) حمیریوں کی حکومت 640 برس قائم رہی اور ان کی حکومت کا آغاز 115 قبل مسیح سے ہوا اور 525ء کو ان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ ان کا آخری حکمران ذونواس تھا۔

فخر الدین حسین محمد نے عجائب القصص جلد دوم صفحہ 42۔ 41 پر اخبار کا ہناں کے حوالے سے لکھا ہے تبع شاہ یمن جس کا نام ورع تھا آپ ﷺ کی ولادت سے ایک ہزار سال قبل مکہ سے ہوتا ہوا یثرب (مدینہ) پہنچا۔ اس کے ساتھ چار ہزار علماء (یہود) اور چار سو صاحبان حکمت ودانش تھے جن کا سردار شامول (سموئیل) نامی یہودی تھا ان علماء نے تبع کو بتایا کہ یہ مقام نبی آخر الزماں (ﷺ) کا دار الہجرت اور مدفن ہے۔ ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دی جائے تا کہ ہماری نسل سے کسی کو اس نبی کی زیادت کا شرف حاصل ہو سکے۔ یہ کہہ کر شامول بمع ہمراہیوں کے وہاں سکونت پزید ہو گیا۔ بادشاہ نے ایک وصیت نامہ تحریر کر کے ان کے حوالے کیا اور اسے حفاظت سے رکھنے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کی ہدایت کی۔ انہوں نے حفاظت کا وعدہ کیا اور وہ نامہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ جو کہ شامول کی انیسویں پشت سے تھا تک پہنچایا۔ اور ابو لیلیٰ قبیلہ بنی سلیم کے توسط سے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا شامول نے جس مکان میں رہائش اختیار کی وہ شاہِ یمن نے حضور ﷺ کے لئے تعمیر کروایا تھا۔

فخر الدین حسین محمد نے حضرت ابو ایوب (خالد بن زید رضی اللہ عنہ) کو شامول (سموئیل) کی انیسویں پشت سے لکھا ہے اور اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت سے ایک ہزار سال قبل یہ واقعہ پیش آیا۔

ابن خلدون نے تاریخ الانبیاء (تاریخ ابن خلدون جلد اول صفحہ 193 پر لکھا ہے کہ

تبابعہ کے انساب میں نہایت اختلاف ہے اور ان کے حالات میں ایسی بہت کم خبریں ہیں جو صحیح اور پایہ تصدیق کو پہنچی ہوں''۔

مذکورہ بالا واقعہ میں حضرت ابوایوب کو شامول نامی یہودی جو کہ تبع یمن (ورع) کے ہمراہ یہودی علماء کا سردار تھا کی نسل سے بتایا گیا ہے لیکن اس بات کا ذکر کہیں نہیں کیا کہ شامول کا نسب نامہ کیا ہے۔ اور نہ ہی شامول سے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ تک انیس پشتوں کے سلسلہ نسب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح معاملہ خاصا الجھا ہوا ہے اور غیر واضح ہے۔ اس واقعہ سے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے نسب نامے نے نیا رخ اختیار کر لیا ہے۔ تبع کی آمد سے پہلے اوس وخزرج مدینہ میں موجود تھے جب حضرت ابوایوب کو شامول کی انیسویں پشت سے تسلیم کر لیا جائے تو بنو خزرج سے اس کا تعلق کیا۔

اوس وخزرج کی خانہ جنگیاں

پچھلے باب میں سیدنا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فخر الدین حسین محمد نے اپنی کتاب عجائب القصص میں جو کچھ لکھا ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس میں آپ کے جد اعلیٰ کا نام شامول (سموئیل) بتایا گیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ تبع کے ہمراہ چار ہزار یہودی علماء تھے شامول ان کا سردار تھا اور یہ کہ سیدنا حضرت ابوایوب اس کی انیسویں پشت سے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ تبع نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام خط لکھا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو محل بنوایا تھا۔ یہ دونوں چیزیں شامول کے حوالے کی تھیں تا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائیں تو یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کی جائیں۔ سیدنا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے خط حضرت ابولیلیٰ کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور ہجرت کے موقع پر محل بھی آپ کے سپرد کیا لیکن شامول جسے اس واقعہ میں سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ کا جد اعلیٰ کہا گیا ہے ان کے شجرہ اور نسب نامے کے بارے میں کہیں ذکر نہیں ملتا اور اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کو خاندانِ خزرج اس کی شاخ بنو نجار سے قرار دیا ہے اس لئے اس الجھن کو یہیں چھوڑ کر اوس وخزرج کے مزید حالات کا تذکرہ کیا جاتا ہے تبع یمن کی مدینہ منورہ سے روانگی کے بعد اوس وخزرج کے دونوں قبائل عرصہ تک باہم شیر وشکر اور متحد رہے اور خوشحالی کی زندگی گزارتے رہے اور ضیاء النبی کے مطابق یہ سلسلہ پہلی صدی عیسوی کے آغاز تک قائم رہا۔ انصار کی آمد سے قبل مدینہ میں آباد یہودی قبائل جن کی قوت کو مالک بن عجلان نے اپنے عم زاد ابوجبیلہ غسانی کی مدد سے تباہ و برباد کر دیا ہے تھا ان کے سینوں میں در پردہ انتقام کی آگ بھڑکتی رہی لیکن اب وہ اوس وخزرج کا کچھ بگاڑنے کے قابل نہ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو بے بس پا کر اوس وخزرج میں بدگمانیاں پیدا کر کے ان کو آپس میں لڑانے کی ٹھان لی۔ اور یہود اوس وخزرج سے انتقام لینے پر تل گئے اور در پردہ سرگرمیاں جاری رہیں۔ پھر پہلی صدی عیسوی کے آغاز میں خانہ جنگیوں کا ایسا سلسلہ جاری ہوا جو اسلام

کے آغاز تک جاری رہا۔دونوں خاندانوں کے جوان جنگوں کی نظر ہو گئے۔سینکڑوں شادو آباد گھرانے اجڑ گئے۔ان تمام خونریزیوں کے پس پردہ یہود کی مکاریوں اور سازشوں کی روح فرسادا ستانیں کارفرما تھیں اور آج بھی ان سازشوں کا سلسلہ جاری ہے۔ یہود مسلمانوں اور عیسائیوں کو لڑانے میں سرگرم ہیں۔اوس وخزرج کی خانہ جنگیوں کا مختصر حال بیان کیا جاتا ہے سید سمہودی نے خلاصہ الوفا میں ان خانہ جنگیوں پر یوں روشنی ڈالی ہے۔

"پھران میں اس قدر لڑائیاں ہوئیں کہ کسی قوم میں ان سے زیادہ اور دیرپا جنگیں نہیں سنی گئیں"۔

لڑائیوں کی ابتدا جنگ سمیر سے ہوئی اور تقریباً ایک سو بیس برس تک جاری رہ کر جنگ بعاث تک اختتام ہوا جو ہجرت سے پانچ برس قبل ختم ہوئی تھی اس طویل عرصہ میں نہ جانے کتنے معرکے پیش آئے ہوں گے لیکن ان میں جو زیادہ مشہور ہیں ان کا ذکر کتب تاریخ سے ملتا ہے علامہ ابن اثیر کا بیان ہے:

"حرب حاطب اور حرب سمیر میں تقریباً سو برس کا فرق ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان بہت سی لڑائیاں ہوئی تھیں جن میں سے ہم نے مشہور لڑائیوں کا ذکر کیا ہے اور غیر مشہور کو چھوڑ دیا ہے۔حرب حاطب بعاث کے ماسوا سب سے اخیر لڑائی تھی"۔

جنگ سمیر

اوس وخزرج کے مابین لڑی جانے والی مشہور پہلی جنگ جنگ سمیر ہے۔اس جنگ کا باعث یہ ہوا کہ مالک بن عجلان کا حلیف کعب دبیانی بازار قیلقاع میں پھر رہا تھا کہ اس نے ایک غطفانی کو یہ کہتے سنا "میرا گھوڑا وہ لے سکتا ہے جو یثرب کا سب سے بڑا شخص ہو" کعب نے اپنے حلیف کی سفارش کی۔کسی نے اوحیحہ بن الجلاح اوسی کا نام پیش کیا اور بعض نے ایک یہودی کی نسبت کہا۔غطفانی نے گھوڑا مالک کو دے دیا۔کعب نے فخراً کہا کہ میں نہیں کہتا تھا کہ مدینہ میں مالک سے بڑھ کر کوئی نہیں۔عمرو بن عوف کا ایک شخص جس کا نام سمیر تھا یہ گفتگو سن رہا تھا وہ غصہ سے لال پیلا ہو گیا۔اور گالیاں دیتا ہوا چلا گیا۔کعب ایک

مرتبہ قبا کے بازار میں گیا۔ چونکہ عمرو بن عوف کا محلہ تھا۔ سمیر نے موقع پا کر اس کو قتل کر دیا۔ مالک بن عجلان کو معلوم ہوا تو اس نے عمرو بن عوف کو کہلا بھیجا کہ قاتل ہمارے حوالے کر دو۔ عمرو بن عوف نے انکار کیا اور کہا تم دیت لے سکتے ہو۔ مالک بن عجلان نے اس شرط پر منظور کیا کہ دیت پوری ادا کی جائے چونکہ انصار میں حلیف کی دیت نصف دی جاتی تھی۔ عمرو نے نہایت شدت سے انکار کیا۔ پس اس پر لڑائی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ نہایت خون ریز جنگ ہوئی جس میں انصار کے تمام قبائل نے حصہ لیا۔ اوس کو فتح ہوئی۔ مالک کو کہلا بھیجا کہ اس تنازعہ کا فیصلہ منذر بن حرام نجاری (حضرت حسان کے دادا) پر چھوڑ دینا چاہیے۔ منذر نے کہا" اس مرتبہ تم مالک کو پوری دیت ادا کر دو۔ آئندہ تم اپنے پرانے دستور کے مطابق دینا۔" فریقین نے اسے پسند کیا اور دیت ادا کر دی گئی لیکن دلوں کی کدورت بدستور قائم رہی اور دور نہ ہوئی۔ اس لئے چند دنوں کے بعد دوبارہ جنگ شروع ہو گئی۔

جنگ کعب بن عمرو

کعب بن عمرو مازنی نجاری نے بنو سالم کی خاتون سلمیٰ سے شادی کی تھی۔ وہ اکثر اپنے سسرال آتا جاتا تھا۔ احیحہ بن الجلاح سردار جحجبا (اوس) نے اپنے آدمیوں کے ذریعے اسے قتل کروا دیا تو اس کے بھائی عاصم نے جحجبا کو جنگ کا اعلان کر دیا۔ رسایہ میں شدید جنگ ہوئی جس میں عاصم فتح یاب ہوا اور جحجبا کا سردار احیحہ بھاگ کھڑا ہوا۔ عاصم نے اس پر تیر چلایا لیکن تیر احیحہ کے بھائی کو لگا جس سے وہ مر گیا اور احیحہ قلعہ میں داخل ہو گیا۔ عاصم احیحہ کے درپہ رہا۔ ادھر احیحہ نے عاصم پر شب خون مارنے کا منصوبہ بنایا لیکن اس کی بیوی نے اپنی قوم کو موقع پا کر مطلع کر دیا۔ بنو نجار رات کو مسلح ہو گئے اور صبح ہوتے ہی بنو نجار اور احیحہ کے مابین جنگ چھڑ گئی جو تھوڑی دیر تک جاری رہی احیحہ کو اپنی بیوی کی حرکت کا پتہ چل چکا تھا۔ اس لئے اس نے اس کو طلاق دے کر فارغ کر دیا۔

جنگِ سرارة

بنی حارث کے ایک آدمی نے بنی عمرو کے ایک شخص کو مار ڈالا تھا۔ اس پر عمرو بن عوف

اور بنی حارث میں شدید معرکہ ہوا۔ بنی عمرو نے قاتل کو مار ڈالا۔ اس پر بنی عمرو اور بنو حارث میں جنگ شروع ہوگئی۔ اوسی فوجوں کی کمانڈ حضیر بن سماک اور بنو خزرج کی افواج کی قیادت عبداللہ بن ابی بن سلول کر رہے تھے سرارۃ کے مقام پر چار دن تک جنگ ہوتی رہی۔ اوس کو شکست ہوئی۔

جنگ ربیع

ربیع ظفری اوسی مالک بن نجار کے کسی آدمی کی زمین سے گزرا تھا۔ اس کے منع کرنے پر ربیع نہ مانا اور اس کو مار دیا۔ اس پر دونوں قبائل میں خون ریز جنگ ہوئی جس میں بنونجار کو شکست ہوئی۔

جنگ حصین بن اسلت

قبیلہ اوس کے حصین بن اسلت وائلی اور قبیلہ مازن بن نجار کے ایک آدمی میں جھگڑا ہوا۔ اور حصین نے اس کو مار ڈالا بنو مازن کو خبر ہوئی تو انہوں نے حصین کا تعاقب کیا اور گھر جا کر اسے مار ڈالا۔ حصین کے بھائی ابوقیس نے بنو وائل کو جمع کیا۔ تمام اوس اس کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بنو مازن کا ساتھ خزرج نے دیا شدید جنگ کے بعد اوس کو شکست ہوئی۔

جنگ حاطب

اس جنگ کا نام جنگ جربھی ہے یہ جنگ جنگ سمیر کے تقریباً سو برس بعد ہوئی۔ اس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبیلہ ثعلبہ کا ایک شخص حاطب بن قیس اوسی کے ہاں مہمان ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک روز وہ مہمان بنو قینقاع کے بازار میں گھوم رہا تھا کہ ابن فسحم خزرجی نے ایک یہودی سے کہا۔ "میں تمہیں اپنی چادر دوں گا اگر تم اس آدمی کو یہاں سے نکال دو۔ یہودی نے چادر لے کر اس ثعلبی کو بری طرح نکالا کہ بازار کے تمام لوگوں نے اس کی آواز سنی۔ ثعلبی نے حاطب کو پکارا کہ تمہارے مہمان کی بڑی رسوائی ہوئی۔ حاطب نے جوش میں آکر اس یہودی کا سر اڑا دیا۔ ابن فسحم کو خبر ملی تو اس نے حاطب کا تعاقب کیا۔ حاطب اپنے قبیلے

کے ایک شخص کے ہاں چھپ گیا۔ ابو قسحم نے بنی معاویہ (اوس) کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا جو سامنے سے آ رہا تھا۔ اس پر اوس و خزرج کے مابین حارث بن خزرج کے پل پر خوفناک جنگ ہوئی۔ اوس کی کمانڈ حضیر بن سماک (اسد کے والد) کر رہے تھے جبکہ خزرج کی قیادت عمرو بن نعمان بیاضی کے ہاتھ میں تھی۔ اس جنگ کا چرچا مدینہ کے گردونواح کی بستیوں میں پھیل چکا تھا۔ عینیہ بن حصن اور خیار بن مالک فرازی ان دنوں مدینہ میں آئے ہوئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جنگ ٹل جائے اور کسی طرح دونوں قبائل میں مفاہمت ہو جائے۔ لیکن جنگ ہو کر ہی رہی خیار اور عینیہ دونوں جنگ میں موجود تھے۔ خزرج فتح یاب ہوئے۔

جنگ فارع

قبیلہ قضاعہ کا ایک غلام بنو نجار کے ایک شخص نے پایا جس کا چچا معاذ بن نعمان اوسی (والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ) کے پڑوس میں رہتا تھا۔ ایک روز وہ اپنے بھتیجے کو دیکھنے آیا تو ایک نجاری نے اسے قتل کر دیا معاذ نے کہا بنو نجار یا دیت دیں یا قاتل میرے حوالے کر دیں بنو نجار کے انکار پر دونوں قبائل کے درمیان حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے قلعہ فارع کے سامنے شدید جنگ ہوئی بنو اشہل (اوسی) کا خیال تھا کہ دیت نہ ملنے کی صورت میں عامر بن اطنابہ کو قتل کر دیں گے۔ اور عامر بنو خزرج کا ممتاز آدمی تھا۔ اس لئے عامر نے دیت خود ادا کی اس پر دونوں قبائل میں مفاہمت ہو گئی۔

جنگ ربیع

سنح کے گوشہ میں دیوار ربیع کے پاس اوس و خزرج میں ایک شدید معرکہ ہوا جوش کا یہ عالم تھا کہ جب اوس شکست کھا کر بھاگے تو خلاف دستور خزرج نے ان کے گھروں تک ان کا تعاقب کیا۔ اوس نے امان چاہی لیکن بنو نجار نے امان دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اوس قلعہ بند ہو گئے۔ تب خزرج نے مصالحت قبول کی۔

جنگ بقیع

یہ جنگ بقیع الغرقد میں لڑی گئی۔ اوس کی فوجوں کا سردار ابوقیس بن اسلت وائلی تھا اس نے قبیلہ اوس کو جمع کر کے کہا میں جس قوم کا سردار ہوتا ہوں وہ شکست کھاتی ہے۔ لہٰذا تم کسی اور شخص کو سردار منتخب کر لو۔ بنو اوس نے بالاتفاق حضیر الکتائب اشہلی کو لشکر کا سردار چن لیا۔ قبا میں عرس کے قریب دونوں قبائل کی فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی۔ حضیر کی خوش تدبیری اور سیاست کے باعث اوسی فتح یاب ہوئے۔ اور صلح اس شرط پر ہوئی کہ مقتولین کا شمار کیا جائے جس کے مقتولین کی تعداد زیادہ ہو وہ منہا کر کے باقی کی دیت لے لے۔ چنانچہ اوس کے سو آدمی زیادہ تھے۔ قبیلہ خزرج نے دیت کے عوض رہن کے طور پر اوس کو سو غلام دیئے۔ اوس نے سو غلاموں کو قتل کر ڈالا اور معاہدہ ٹوٹ گیا۔

جنگ فجار اول

اوس کی عہد شکنی کے باعث اوس و خزرج کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ خزرج کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول اور اوس کا سپہ سالار ابوقیس بن سلت تھا۔ اس جنگ میں قیس بن خطیم نے بڑی جاں بازی کا مظاہرہ کیا۔ یہ وہ جنگ نہیں جو قیس و کنانہ کے مابین ہوئی اور پورے عرب میں جنگ فجار کے نام سے مشہور ہے۔

جنگ معبس اور مضرس

معبس اور مضرس دو دیواروں کا نام ہے۔ اوس و خزرج کے درمیان یہ جنگ چند دن ان دیواروں کی آڑ میں ہوئی۔ اس جنگ میں اوس نے ایسی شکست کھائی جو پہلے کبھی نہ کھائی تھی۔ ان کے لئے گھروں اور قلعوں میں چھپنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ عمرو بن عوف اور اوس مناۃ نے جداگانہ صلح کرنی چاہی لیکن عبدالاشہل اور ظفر نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم کو خزرج سے پورا بدلہ لے کر صلح کرنی چاہیے۔ خزرج کو معلوم ہوا تو انہوں نے اشہل اور ظفر کو قتل و غارت کی دھمکی دی۔ اس پر اوس کا اکثر حصہ مدینہ چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ بنو سلمہ نے ان حالات میں عبدالاشہل کی زمین کو جس کا نام رعل تھا لوٹ لیا اور دونوں قبائل میں جنگ

چھڑ گئی۔قبیلہ اوس کے سردار سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کو جنگ میں سخت چوٹ آئی اوانہیں اٹھا کر عمرو بن جموع کے گھر لایا گیا۔عمرو نے ان کو پناہ دی عمرو نے رعل کو تباہ کرنے اور درختوں کو کاٹنے سے خزرج کو منع کیا۔اوس لڑتے لڑتے کمزور ہو گئے تھے۔اس لئے وہ عمرہ کے بہانے مکہ گئے اور قریش سے معاہدہ کر لیا ابوجہل (عمرو بن ہشام) وہاں موجود نہ تھا۔جب وہ آیا اور اسے معاہدے کا علم ہوا تو اس نے قریش کے اس فعل کو ناپسند کیا اور کہا ''تم نے اگلے لوگوں کا قول نہیں سنا کہ باہر کے آنے والے گھر والوں کے لئے تباہی لاتے ہیں اور جو دوسروں کو بلا کر اپنے ہاں ٹھہراتا ہے وہ اپنا ملک کھو بیٹھتا ہے۔یہ لوگ طاقتور اور کثیر التعداد ہیں پھر قریش نے کہا کہ پھر اب حلف منقطع کرنے کی کیا صورت ہے؟ ابوجہل نے کہا یہ کام میں کیے دیتا ہوں۔ابوجہل اٹھ کر اوس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا'' میں نے سنا ہے کہ تم قریش کے حلیف بنے ہو اور میں ان کو پسند کرتا ہوں لیکن مشکل یہ ہے کہ ہماری لونڈیاں بازار میں پھرتی ہیں اور جس کا جی چاہتا ہے انہیں مار پیٹ لیتا ہے تم جب یہاں آ کر رہو گے تو جو حشر ہماری عورتوں کا ہوتا ہے وہی تمہاری عورتوں کا ہوگا۔اگر تم یہ ذلت گوار کر سکتے ہو تو خوشی سے آؤ۔ورنہ حلف منقطع کردو'' چونکہ حد درجہ غیرت تھی اس لئے سب نے انکار کیا اور حلف کو رد کر دیا اور واپس چلے گئے۔

جنگ مجار ثانی

قریش مکہ سے مایوسی کے بعد بنو اوس نے بنو قریظہ اور بنو نضیر سے حلیف بننے کی درخواست کی۔خزرج کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہود کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔یہود نے کہلا بھیجا کہ ہم کو منظور نہیں اور ضمانت کے طور پر خزرج کے پاس 40 غلام بھیج دیئے۔اس طرح معاملہ دب گیا۔ایک روز زید بن قسحم خزرجی نے حالت نشہ میں چند اشعار پڑھے جس میں اس واقعہ کا ذلت آمیز طریقہ سے ذکر کیا۔یہود کو خبر ہوئی تو انہوں نے غضبناک ہو کر کہا کہ ہم اتنے بے غیرت نہیں'' یہ کہہ کر اوس کو اپنا حلیف بنا لیا۔خزرج نے سنا تو چند غلاموں کو چھوڑ کر باقی تمام کو قتل کر ڈالا۔

بعض لوگ اس واقعہ کا سبب کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ بنو بیاضہ کو رہنے کے لئے کوئی عمدہ جگہ نہ ملی تھی۔ عمرو بن نعمان بیاضی نے ان سے قسم کھا کر کہا کہ میں تم کو رہنے کے لئے بنو قریظہ اور بنونضیر کے مقامات دلا لوں گا۔ یا پھر ان کے غلاموں کو قتل کر ڈالوں گا۔ چونکہ ان لوگوں کی سکونت مدینہ کے بہترین حصہ میں تھی۔ اس لئے عمرو نے کہلا بھیجا کہ تم ان مقامات کو ہمارے لئے خالی کر دو'' یہود نے اس کو تسلیم کر لینا چاہا لیکن کعب بن اسعد قرظی نے کہا تم اپنے گھروں کی حفاظت کرو اور غلاموں کو قتل کرنے دو اس پر تمام یہودی متفق ہو گئے۔ اور عمرو کو جواب دیا کہ ہم اپنے گھروں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ جواب سن کر عمرو نے غلاموں کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ عبداللہ بن ابی نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ یہ گناہ اور ظلم ہے لیکن عمرو نہ مانا۔ اس کے قبضہ میں جتنے غلام تھے سب قتل کر دیئے۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے طرفداروں کے پاس جو غلام تھے رہا کر دیئے۔ کعب بن اسد قرظی کا دادا سلیم بن اسد انہیں لوگوں میں شامل تھا۔

جنگ بُعاث

اوس وخزرج کے درمیان ہونے والی جنگوں میں سے جنگ بُعاث آخری تباہ کن جنگ تھی جو ہجرت مدینہ سے چند سال پہلے لڑی گئی اور یہ اس وقت ختم ہوئی جب رسالتمآب ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ قریش مکہ کے مظالم اور عتاب کا بری طرح نشانہ بنے ہوئے تھے اور ان کی ہجرت کا وقت قریب آ پہنچا تھا۔۔

یوں کہنا چاہئے کہ خداوند پروردگار عالم اس دنیا کو تو ہدایت سے منور کرنے کے لئے طلوع آفتاب ہدایت کی تمام تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔ ادھر مدینہ میں اوس وخزرج ایک دوسرے کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے جنگ بُعاث جیسی ہولناک اور تباہ کن جنگ کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف تھے۔

اوس وخزرج کو تقریباً ایک سو پچاس برس خونریز جنگوں کی تباہ کاریوں میں مبتلا ہونا پڑا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ مدینہ کے یہود بنو قریظہ اور بنونضیر اپنے غلاموں کے قتل کے

بعد خزرج کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ انہوں نے اوس کے ساتھ مضبوط و مستحکم عہد و پیمان کیا اور جنگی تیاریوں میں جُت گئے۔ انہوں نے قرب و جوار کے یہودیوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اوس نے اپنے حلیف قبیلہ مزنیہ سے بھی مدد مانگ لی۔ چالیس روز تک جنگ کا سامان مہیا ہوتا رہا۔ ادھر خزرج نے بھی اپنے حلیف قبائل بنو اشجع اور بنو جہنیہ کو مدد کے لئے امادہ کر لیا۔ اس طرح طرفین بھرپور تیاریاں کرنے لگے۔ آخر بنو قریظہ کے علاقے میں بُعاث کے مقام پر اوس و خزرج اور ان کے حلیفوں کے درمیان نہایت خون ریز جنگ ہوئی۔ اوس و خزرج نے جم کر جنگ لڑی۔ آخر اوس میں ضعف کے آثار نظر آنے لگے اور وہ میدان سے فرار ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر اوس کے سپہ سالار حضیر الکتائب نے اپنے پاؤں کو نیزہ کی انی سے چھید لیا اور پکارا۔ ہائے اونٹ کی طرح ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ گروہ اوس اگر تم مجھ کو بچا سکتے ہو تو بچا لو۔ خدا کی قسم! میں بغیر قتل ہوئے یہاں سے نہیں جاؤں گا'' اس آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ عبد الاشہل کے دولڑکے محمود اور یزید مدد کے لئے آ پہنچے اور لڑتے ہوئے دونوں کٹ گئے۔ ایک تیر عمرو بن نعمان بیاضی کے لگا اور وہ مارا گیا۔ عبد اللہ بن ابی جنگ میں غیر جانبدار رہا۔ جنگ کی خبریں لینے گیا تو دیکھا کہ عمرو کی لاش چار آدمی اٹھا کر لا رہے ہیں بولا۔ اب اپنے ظلم کا مزہ چکھ۔ عمرو کے مرنے سے خزرج کے پاؤں ڈگمگانے لگے۔ اور وہ میدان سے فرار ہونے لگے۔ اوس نے یہ سراسیمگی دیکھ کر خزرج کو تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کیا لیکن ایک آواز آئی کہ گروہ اوس! اپنے بھائیوں کے قتل سے باز آؤ۔ کیونکہ ان کا رہنا لومڑیوں کے رہنے سے بہتر ہے'' اوسیوں نے یہ سن کر قتل و غارت سے ہاتھ روک لئے جبکہ بنو قریظہ اور بنو نضیر نے جنگ جاری رکھی اور لوٹ مار کرتے رہے اوس اپنے زخمی سردار حضیر کو میدان سے اٹھا لائے اور خزرج کے مکانات اور باغات کو آگ لگا دی تاہم حضرت سعد بن معاذ کی وجہ سے بنو سلمہ کے مکانات اور جائیدادیں کو محفوظ رہیں۔

جنگ بُعاث اوس و خزرج کی مشہور جنگوں میں سب سے آخری جنگ تھی۔ یہ جنگ ہجرت سے پانچ سال قبل ہوئی تھی۔ اس جنگ نے اوس و خزرج کے قبائل کو نہایت کمزور اور

خستہ حالت کر دیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ بُعاث کے بارے یہ الفاظ بیان فرماتیں ہیں:

''جنگ بُعاث خدا نے اپنے رسول کے لئے کرایا تھا چنانچہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو انصار کے معززین متفرق اور روساء قتل ہو چکے تھے اور انصار بہت خستہ اور نزار ہو چکے تھے۔ اس لئے خدا نے یہ دن اپنے رسول پر انصار کے اسلام لانے کے لئے بھیجا تھا''۔

(سیر الصحابہ اور علامہ سعید انصاری)

مدینہ میں اسلام کی ابتدا

اوس وخزرج کے لوگ حج کی غرض سے مکہ آتے تھے۔ نیز اوس وخزرج کے مابین ہونے والی خون ریز جنگوں کے سلسلہ میں قریش کو حلیف بنانے اور ان سے سیاسی اور دفاعی معاہدات کی غرض سے بھی دونوں قبائل کا مکہ آنا جانا تھا۔ اوس وخزرج کے باہمی عناد اور خانہ جنگی نے دونوں قبائل کو عسکری اور اقتصادی لحاظ سے نہایت کمزور کر دیا تھا۔ ادھر یہود انصار پر اپنا دباؤ بڑھانے اور انہیں مدینہ سے نکال کر خود اس پر قبضہ کرنے کے لئے فکر مند تھے۔ ان حالات میں انصار قریش مکہ کو اپنا حلیف بنانے کے لئے کوشاں تھے اور اکثر ان کے وفود قریش کے ساتھ بات چیت کے لئے مکہ آتے جاتے تھے۔ اوس اور قریش کے درمیان معاہدہ بھی طے پا چکا تھا لیکن ابوجہل کی وجہ سے یہ معاہدہ منقطع ہو گیا۔

نبوت کے ابتدائی ایام میں انصار کی آمد و رفت مکہ میں برابر جاری تھی۔ اہل مدینہ میں سے سب سے پہلے جس شخص کو حامل وحی کی زبان مبارک سے دعوت قرآن حکیم کی آیات سننے کا اتفاق ہوا وہ سوید بن صامت تھا جو قبیلہ عمرو بن عوف کا ایک ممتاز آدمی تھا۔ یہ شخص صحتِ جسمانی شرافت نسب اور شاعری کا جامع تھا اس وجہ سے اپنے قبیلہ میں کامل کے لقب سے مشہور تھا ایامِ حج میں اس کی ملاقات نبی مکرم ﷺ سے ہوئی۔ وہ تبلیغ اسلام سے بہت متاثر ہوا اور بولا ''جو آپ ﷺ کے پاس ہے وہ میرے پاس بھی ہے'' حضور ﷺ نے پوچھا ''تمہارے پاس کیا ہے'' کہنے لگا ''صحیفۂ لقمان'' آپ ﷺ نے فرمایا ''مجھ کو سناؤ'' اس نے کچھ سنایا۔ آپ ﷺ نے خوشنودی ظاہر کی۔ اور فرمایا'' میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے اور وہ قرآن ہے۔ اس نے قرآن سنا تو بہت پسند کیا لیکن نتیجہ اس قدر نکلا کہ بقول ابن ہشام جب وہ مکہ سے مدینہ آیا تو وہاں خزرج نے اسے قتل کر دیا۔ عمرو بن عوف کا گمان ہے کہ وہ مسلمان مرا۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے قبل کا ہے۔ (ابن ہشام جلد اول)

جنگ بُعاث کے بادل سر پر منڈلا رہے تھے۔ خانہ جنگی میں اوس خزرج سے کمزور

ثابت ہوئے اور خون ریز چھڑپوں میں متعدد بار شکست کھا چکے تھے۔ان ہی ایام میں یہود کی سازشوں کی وجہ سے ایک بہت بڑی جنگ کے حالات پیدا ہو چکے تھے۔قبیلہ اوس نے قریش کو اپنا حلیف بنانے کے لئے ابوالمیسر انس بن رافع کی قیادت میں ایک وفد مکہ بھیجا جس میں ایاس بن معاذ بھی شامل تھا۔حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔قرآن حکیم کی آیات سن کر ایاس جو کمسن تھا، پر گہرا اثر ہوا۔وہ بول اٹھے "کہ تم جس کام کے لئے آئے ہو یہ اس سے بہتر ہے" ابوالمیسر نے یہ سن کر کچھ کنکریاں ایاس کی طرف پھینکیں۔وہ خاموش رہے۔اور مدینہ پہنچ کر وفات پائی۔مسند امام احمد بن جنبل جلد 5 صفحہ 427 پر تحریر ہے کہ مرتے وقت وہ برابر تکبیر کہتے اور خدا کی حمد لوگوں کو سناتے رہے۔اس وجہ سے ان کے قبیلے کے لوگ ان کو مسلمان سمجھتے تھے۔اور بلاشبہ وہ مسلمان بھی تھے۔

ایک طرف مشیت ایزدی انقلاب اسلامی کی راہ ہموار کر رہی تھی دوسری طرف قائدِ تحریک اسلامی اور آپ ﷺ کے رفقاء کی مشرکین کی ایذا رسانیوں میں شدت کے باوجود زیرزمین سرگرمیاں جاری تھیں۔اسلام کی اس تحریک کو چلتے چلتے دس سال گزر گئے تھے۔ آخر حق کی قوت و ہمت اور صبر و استقامت رنگ لائی اور تحریک کی کامیابی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

خزرج کے چھ افراد کا قبول اسلام (11 نبوی)

نبوت کے گیارویں سال حج کے موقع پر آپ ﷺ عرب قبائل کی فرد گاہوں میں تشریف لے جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے ابولہب بھی آپ کے پیچھے پیچھے پہنچ جاتا۔اور لوگوں سے کہتا کہ اس کی ہرگز بات نہ سنو۔ایک شب آپ ﷺ پیغام حق سنانے کے لئے نکلے تو آپ ﷺ کی ملاقات شب تاریک میں مکہ اور منیٰ کے درمیان مقامِ عقبہ میں خزرج کے چھ افراد سے ہوئی۔آپ ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی اور قرآن سنایا۔یہ لوگ مشرک اور بت پرست تھے۔انہوں نے مدینہ کے یہود سے سن رکھا تھا کہ عنقریب ایک نبی

کا ظہور ہونے والا ہے۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نوید حق سن کر آپس میں کہنے لگے۔ واللہ! یہ تو وہی نبی ہے جس کا تذکرہ یہود کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہود اسلام لانے میں ہم سے سبقت لے جائیں اور ہم پیچھے رہ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور عرض کی۔

"واقعہ یہ ہے کہ باہمی رقابت اور عداوت کی وجہ سے ہم میں کوئی قومیت نہیں ممکن ہے آپ ﷺ کی وجہ سے ان کی بات بن جائے ہم ان کے پاس جاتے ہیں اور ان کو آپ ﷺ کی دعوت پہنچاتے ہیں۔ اور یہ دین جو ہم نے قبول کرلیا ہے پیش کرتے ہیں۔ اگر اللہ نے ان سب کو اس بات پر متحد کردیا تو پھر ہماری نظر میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی اور معزز نہ ہوگا۔ (تاریخ طبری جلد اول صفحہ 114)

بنو خزرج کے اسلام لانے والے چھ خوش نصیبوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1۔ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ

2۔ عوف بن حارث رضی اللہ عنہ بن عفرا

3۔ رافع بن مالک رضی اللہ عنہ

4۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بن حدیدہ

5۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بن نابی

6۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رباب نہ (طبقات جلد اول صفحہ 147-146)

حقیقت میں یہ بیعت عقبہ اولیٰ ہے لیکن مورخین اور مصنفین نے اس کو کوئی نام نہیں دیا۔ بیعتیں تین ہیں۔ بیعت اولیٰ 11 نبوی، بیعت ثانیہ 12 نبوی اور بیعت ثالثہ 13 نبوی میں بالترتیب ہوئیں۔

محمد حسین ہیکل نے حیات محمد میں لکھا ہے کہ ان چھ افراد میں دو کا تعلق بنو نجار سے تھا جو حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے رشتہ دار تھے۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ

واپس جا کر ان چھ خوش بخت افراد نے اپنی قوم والوں کو اللہ کے رسول کا پیغام سنایا جس کے نتیجہ میں مدینہ طیبہ میں گھر گھر رسول ﷺ کا ذکر ہونے لگا۔ نبوت کے بارہویں سال مدینہ طیبہ سے بارہ افراد بشمول سابقہ چھ افراد کے حج کے موقع پر مکہ آئے۔ اور عقبہ کے مقام پر ہی آپ ﷺ سے ملاقات کر کے دولتِ ایمان سے مالا مال ہوئے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1۔ معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ

2۔ ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ

3۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

4۔ ابو عبد الرحمٰن یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

5۔ عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ

6۔ مالک بن تیہان رضی اللہ عنہ

7۔ عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ

مدینہ طیبہ کے ان بارہ افراد نے رسول اللہ ﷺ سے باضابطہ بیعت کی۔ اسے بیعت عقبہ اول کہتے ہیں۔ بیعت کی شرائط یہ تھیں:

1۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

2۔ چوری اور زنا نہیں کریں گے۔

3۔ اپنی اولادوں کو قتل نہیں کریں گے۔

4۔ کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے اور کسی کی غیبت نہیں کریں گے۔

5۔ نیک کام میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

ان صحابہ کی درخواست پر آپ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ہمراہ کیا تاکہ اہل مدینہ کو قرآن پڑھ کر سنائیں۔ اسلام کی دعوت دیں اور انہیں دین کے

مسائل سمجھائیں۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا ڈاکٹر نصیر احمد ناصر پیغمبر اعظم وآخر میں ابن خلدون کے حوالے سے اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ ضیاء النبی جلد اول (صفحہ 588) میں جوامع السیرۃ از ابن حزم اور عیون الآخر از سید ابن عباس کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ سرور عالم ﷺ نے دو مبلغ ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہ اور معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ یثرب روانہ کئے۔

بیعتِ عقبہ ثانی اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغی مساعی سے مدینہ طیبہ میں گھر گھر اسلام پھیلنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے میزبان حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی مدد اور معاونت کے باعث مدینہ میں دعوتِ اسلامی میں تیزی آ گئی اور ہر طرف اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ بنی عبدالاشہل کے رئیس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اوسی اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے تحریک اسلامی کو اور بھی تقویت ملی۔ ان دونوں لیڈروں کے اسلام لانے سے ان کے قبائل کے لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اور اشاعتِ اسلام میں اور تیزی آ گئی۔ چنانچہ نبوت کے تیرہویں سال حج کے موقع پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہمراہ مدینہ کے 75 نفوس (جن میں دو خواتین بھی شامل تھیں) پر مشتمل قافلہ حج کے لئے مکہ آیا۔ یہ افراد ایام تشریق (ذوالحج کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخ) میں عقبہ کے مقام پر ایک تہائی رات گزرنے کے وقت حضور سرورِ کائنات ﷺ سے ملے اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی جسے بیعت عقبہ ثانی کہا جاتا ہے۔ نیز اسے بیعت الحرب کا نام بھی دیا گیا ہے۔ ابن ہشام، طبقات ابن سعد اور تاریخ طبری میں بیعت عقبہ ثانی والوں کی تعداد ستر سے تہتر بیان کی ہے۔

اس موقع پر آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب جو ابھی حالت کفر میں تھے بھی آپ ﷺ کے ہمراہ موجود تھے۔ جب انصار مدینہ نے آپ ﷺ کو مدینہ طیبہ آنے کی دعوت دی تو حضرت عباس نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے گروہ خزرج! محمد (ﷺ) اپنے قبیلے میں مامون اور محفوظ ہیں اور معزز و محترم ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ سینہ سپر رہے۔ اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اگر تم آخر وقت تک ان کا ساتھ دے سکتے ہو تو بہتر ورنہ ابھی جواب دے دو"۔

انصار نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر حضور اکرم ﷺ سے عرض کی کہ

آپ ﷺ جو عہد و پیمان لینا چاہیں لے سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے قرآن کی تلاوت فرمائی اور ازاں بعد فرمایا کہ میں اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ:

"عہد کرو کہ تم میری حفاظت اس طرح کرو گے جس طرح اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ انصار نے کہا اس کا ہمیں کیا صلہ ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جنت" حضرت براء انصاری نے آپ کا ہاتھ تھام کر کہا۔ واللہ! ہم جس طرح اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں اس طرح آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے۔ ابوالہیثم انصاری نے کہا۔ "یارسول اللہ! ہمارے یہود کے ساتھ تعلقات ہیں جو اس بیعت کے بعد ٹوٹ جائیں گے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ جب آپ ﷺ کو قوت اور اقتدار مل جائے تو آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر وطن واپس چلے جائیں۔ آپ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا: "نہیں! تمہارا خون میرا خون ہے۔ تم میرے اور میں تمہارا ہوں۔ تم جس سے صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا اور جس سے تم لڑو گے میں اس سے لڑوں گا۔ حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیعت کی۔ اس کے بعد سب لوگوں نے بیعت کر لی بیعت کے بعد آپ ﷺ نے ان میں سے بارہ نقیب مقرر کیے۔ نو بنوخزرج سے اور تین بنواوس سے۔ آپ ﷺ نے ان نقیبوں سے فرمایا تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح اپنی قوم کے وعدوں کے کفیل ہو جس طرح میں اپنی قوم کا کفیل ہوں تمہیں اس لئے منتخب کرتا ہوں کہ تم مدینہ جا کر اسلام پھیلاؤ اور مکہ میں یہ کام میں خود کروں گا۔ ان نقباء کے نام خود انصار نے پیش کئے تھے۔

جب یہ تمام مراحل طے ہو چکے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا خدشہ صحیح ثابت ہوا۔ ایک شیطان جاسوس نے آواز دی کہ اے اہل المنازل! تمہیں کچھ مذمم (مشرکین کا محمد کی بجائے آپ ﷺ کا بگاڑا ہوا نام) اور ان کے بے دینوں کی خبر ہے؟ یہ سب تم سے لڑنے کے لیے تیار ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ سن کر انصار سے فرمایا کہ تم اپنی فرودگاہوں میں واپس جاؤ۔" حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ سے نہ رہا گیا۔ بولے۔ خدا کی قسم اگر آپ

ﷺ چاہیں تو کل ہم اہل منیٰ پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑیں۔فرمایا: ''ابھی ہمیں اس کا حکم نہیں''۔(ابن ہشام)

انصار اپنی قیام گاہوں میں جا کر سو رہے۔صبح کو قریش کی ایک جماعت ان کی قیام گاہ میں پہنچی اور کہا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ رات کو تم نے ہم سے لڑنے کے لئے محمد (ﷺ) سے بیعت کی ہے حالانکہ تمام عرب میں ہم تم سے لڑنا بہت بُرا سمجھتے ہیں۔مشرکین مدینہ کو چونکہ اس بیعت کا قطعاً علم نہ تھا اس لئے سب نے قسم کھا کر انکار کیا۔رئیس خزرج عبداللہ بن ابی نے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے۔اگر یہ واقعہ پیش آتا تو مجھ سے ضرور مشورہ کیا جاتا۔ قریش یہ سن کر واپس چلے گئے لیکن ان کے آدمی ہر طرف مامور تھے اور انصار کے ان آدمیوں کی ہر جگہ تلاش تھی۔ چونکہ ان آدمیوں کو اپنی جان کا خوف پیدا ہو گیا تھا اس لئے سب کے سب خفیہ مدینہ روانہ ہو گئے۔قریش کو کچھ پتہ نہ چل سکا لیکن حضرت سعد بن عبادہ سردار خزرج ان کے ہاتھ لگ گئے۔قریش مکہ کے آدمیوں نے ان کو عقوبت کا نشانہ بنایا اور مکہ لائے یہاں حارث بن امیہ اور مطعم بن عدی نے انہیں چھڑایا۔

ادھر انصار کو حضرت سعد بن عبادہ کی فکر لاحق ہوئی۔انہوں نے بالاتفاق مکہ چلنے کا فیصلہ کیا۔اتنے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ آتے دکھائی دیئے۔اور ان کو لے کر خوشی خوشی مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔

بلا شبہ یہ عرب و عجم کی جنگ کی بیعت تھی۔ یہ وہ جان نثار ہیں جنہوں نے اسلام اور آنحضور ﷺ کو اس وقت پناہ دی جبکہ ان کے لئے کہیں اور جگہ جائے پناہ نہ تھی اور اس وقت اپنے آپ کو جاں نثاری کے لئے پیش کیا جب عرب کا کوئی قبیلہ اس میدان میں اترنے کو تیار نہ تھا۔ان مردان حق کی مجموعی تعداد 75 تھی جن میں دو خواتین اور 73 مرد شامل تھے۔ان کے بارہ نقباء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

بنو خزرج

(1) اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ (2) سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ (3) عبد اللہ بن

رواحہ رضی اللہ عنہ (4) براء بن معرور رضی اللہ عنہ (5) عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ (6) سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (7) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (8) رافع بن مالک رضی اللہ عنہ (9) منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ۔

اوس

(1) اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ (2) ابو الہیثم بن الیتھان رضی اللہ عنہ (3) سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ۔

قبیلہ اوس کے جاں نثار

1۔ عبد الاشہل

(1) اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ (2) ابو الہیثم بن الیتھان رضی اللہ عنہ (3) سلمہ بن سلامہ بن وقیش رضی اللہ عنہ

2۔ حارثہ

(1) ظہیر بن رافع رضی اللہ عنہ (2) ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ (3) ظہیر بن الہیثم رضی اللہ عنہ

3۔ عمرو بن عوف

(1) سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ (2) رفاعہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ (3) عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ (4) معن بن عدی رضی اللہ عنہ (5) عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ

قبیلہ اوس کے صرف گیارہ افراد اس بیعت میں شامل تھے۔

قبیلہ خزرج کے قبائل

نجار

(1) ابو ایوب رضی اللہ عنہ خالد بن زید رضی اللہ عنہ (2) معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ بن رفاعہ (3) عوف بن حارث رضی اللہ عنہ (4) عمار بن حزم رضی اللہ عنہ (5) اسعد رضی

اللہ عنہ بن زرارہ رضی اللہ عنہ (6) رفاعہ رضی اللہ عنہ بن حارث رضی اللہ عنہ (7) سہل رضی اللہ عنہ عتیک (8) اوس رضی اللہ عنہ بن ثابت بن منذر (9) ابوطلحہ زید رضی اللہ عنہ بن سہل (10) قیس رضی اللہ عنہ بن ابوصعصعہ (11) عمرو رضی اللہ عنہ بن غزیہ

حارث بن خزرج

(12) سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع (13) خارجہ رضی اللہ عنہ بن زید بن ابی زبیر (14) عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ (15) بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد (16) عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سعد بن ثعلبہ (17) ابومسعود وعقبہ بن عمرو (18) خلاد بن سوید بن ثعلبہ

بیاضہ

(19) زیاد رضی اللہ عنہ بن لبید (20) فرو رضی اللہ عنہ بن عمرو (21) خالد رضی اللہ عنہ بن قیس بن مالک

زریق

(22) رافع رضی اللہ عنہ بن مالک بن عجلان (23) ذکوان رضی اللہ عنہ بن عبد قیس (24) عباد قیس رضی اللہ عنہ بن عامر (25) حارث رضی اللہ عنہ بن قیس

سلمہ

(26) براء رضی اللہ عنہ بن معرور (27) سنان رضی اللہ عنہ بن صیفی (28) طفیل رضی اللہ عنہ بن نعمان (29) معقل رضی اللہ عنہ بن منذر (30) یزید رضی اللہ عنہ بن منذر (31) مسعود رضی اللہ عنہ بن یزید (32) ضحاک رضی اللہ عنہ بن حارثہ (33) یزید رضی اللہ عنہ بن خذام (34) جبار رضی اللہ عنہ بن صخر (35) طفیل رضی اللہ عنہ بن مالک (36) بشر بن براء رضی اللہ عنہ (37) کعب رضی اللہ عنہ بن مالک (38) سلیم رضی اللہ عنہ بن عمرو (39) قطبہ رضی اللہ عنہ بن عمرو (40) یزید رضی اللہ عنہ بن عامر (41) ابوالیسر کعب رضی اللہ عنہ بن عمرو (42) صیفی رضی اللہ عنہ بن سواد (43) ثعلبہ رضی اللہ عنہ بن غنمہ (44)

عمرو رضی اللہ عنہ بن غنمہ (45) عبس رضی اللہ عنہ بن عامر (46) عبداللہ رضی اللہ عنہ بن انیس (47) خالد رضی اللہ عنہ بن عمرو بن عدی (48) عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن حرام (49) جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ (50) معاذ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن جموح (51) ثابت رضی اللہ عنہ بن الجذع (52) عمیر رضی اللہ عنہ بن حارث (53) خدیج رضی اللہ عنہ بن سلام (54) معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل

عوف بن خزرج

(55) عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت (56) عباس رضی اللہ عنہ بن عبادہ بن نضلہ (57) ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن یزید (58) عمرو رضی اللہ عنہ بن حارث (59) رفاعہ رضی اللہ عنہ بن عمرو (60) عقبہ رضی اللہ عنہ بن وہب

ساعدہ

(61) سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ رئیس خزرج (62) منذر رضی اللہ عنہ بن عمرو بن خنیس

دو عورتوں کو جن کے نام نسیبہ بنت اور ام منیع کو شامل کر لیا جائے تو خزرج کی تعداد 64 بن جاتی ہے خواتین میں اولی الذکر بنونجار اور آخر الذکر بنوسلمہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اوس کے افراد کی تعداد گیارہ ہے اور کل ملا کر تعداد 75 بن جاتی ہے۔

(سیرت ابن ہشام جلد اول 550۔249)

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ابن ہشام نے بنوخزرج کے بیعت کرنے والوں کے اسمائے گرامی پہلے لکھے ہیں اور ان میں سرفہرست سیدنا حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری کا نام ہے۔ بیعت عقبہ ثانی جو 13 سن نبوی میں ہوا۔ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ میزبان رسول سیدنا حضرت ابوایوب خالد بن زید کا اسم گرامی پہلی بار اس موقع پر بیعت کرنے والوں میں سرفہرست اور نمایاں طور پر مورخین نے لکھا۔ بالخصوص ابومحمد مالک بن ہشام نے خاندان خزرج کی شاخ بنونجار کے جن چھ افراد نے بیعت کی ان میں حضرت ابو

ایوب کا نام سرفہرست لکھا ان قدسی نفوس عظیم المرتبت اور جلیل القدر انصار کا قافلہ بیعت و ارشاد اور عہد و پیمان کے بعد مدینہ طیبہ پہنچا تو ہر طرف اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ اہل مدینہ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور اس طرح مدینہ طیبہ میں رنگ و نور کی برسات کا سماں بندھ گیا۔ کفر و شرک کا گند صاف ہو گیا۔ مدینہ طیبہ اسلام کا مضبوط قلعہ بن گیا جسے تسخیر کرنا عالم کفر کے بس کی بات نہ رہی۔ فضا تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھی اور مدینہ طیبہ کفر و شرک کی غلاظتوں سے ایسا پاک ہوا کہ مدینہ منورہ بن گیا اور یہ شہر بعد میں نبی آخر الزماں کا مسکن بن گیا۔ درماندہ اور مظالم کی چکی میں پسی ہوئی مخلوق خدا کے لئے یہ شہر دار سکینت بن گیا۔

سیدنا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ انصاری

حضرت ابوایوب خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن علدِ عوف بن غنم بن مالک بن النجار انصاری نجاری خزرجی وہ خوش بخت انسان ہیں جنہیں ہجرت مدینہ کے موقع پر سرور کون و مکان، رحمت عالمیان کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ اور حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں ان کے گھر میں قیام فرمایا۔ اور اس طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو قربت رسول رحمت ﷺ کا موقع ملا۔

حالات زندگی

آپ کا اصل نام خالد کنیت ابوایوب تھی آپ بنوخزرج کے خاندان بنونجار سے تعلق رکھتے تھے جو حضور اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب کا ننھیالی خاندان تھا۔ یہ خاندان مدینہ کے قبائل میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ خاندان بنو ہاشم سے قرابت داری نے اسے اور بھی ممتاز بنا دیا تھا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بنونجار کے رئیس تھے۔

آپ وہ خوش نصیب بزرگ ہیں جنہیں بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ جب مکہ سے دولتِ ایمان سے جھولی بھر کر مدینہ تشریف لائے تو ان کی فیاض طبعی نے دولت ایمان کو اپنے تک ہی محدود رکھنا گوارا نہ کیا بلکہ اس نعمت سے اپنے اہل وعیال، اعزہ واقربا اور دوست واحباب کو فیضیاب کیا۔ اپنی اہلیہ کو حلقۂ توحید میں داخل کیا حضرت ابوایوب عام الفیل یعنی ہجرت نبوی سے 13 برس قبل مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام ہند بنت سعد تھا۔ ابن سعد نے زہراء لکھا ہے جو ممکن ہے لقب ہو۔ یہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے والد کی ماموں زاد بہن تھیں۔

ہجرتِ نبوی

کفارِ نابکار کے ظلم وتشدد سہتے تیرہ سال کا جاں گداز اور شکیب ربا عرصہ گزر گیا۔ دعوتِ حق کے جواب میں ہر سمت سے تلواروں کی جھنکار سنائی دے رہی تھی۔ دعوتِ حق کے جواب میں ہمیشہ تلواروں کی جھنکار ہی داعیانِ حق کو سننی پڑی۔ باطل نے ہر دور میں واعیانِ حق کا استقبال شمشیر وسناں اور تیر وتفنگ سے کیا ہے پھولوں کی پتیاں ان پر کبھی نچھاور نہیں کیں۔ آخر مسلمانوں کو دارالامان مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی۔ اگر چہ مکہ مکرمہ کے اطراف واکناف میں بعض صاحب ثروت مسلمان حضرات آپ کی حفاظت اور تصرف کے لئے اپنی جاں نثارانہ خدمات کی پیش کش کرتے رہے لیکن آپ ﷺ شکریہ کے ساتھ اسے مسترد فرما دیتے کیونکہ کارساز قضاوقدر نے اس شرف سے انصار مدینہ کو مشرف کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

جس طرح نبوت کا آغاز رویائے صالحہ سے ہوا اسی طرح ہجرت سے پہلے بھی رویائے صالحہ کا ظہور ہوا بخاری شریف (جلد 10 صفحہ 551) کے مطابق آپ کو ہجرت کی جگہ دکھائی گئی جو نہایت سرسبز وشاداب مقام تھا مگر جگہ کا نام نہیں بتایا گیا۔ آپ ﷺ کا خیال تھا کہ شاید وہ مقام یمامہ یا ہجر ہو۔ آپ ﷺ اسی تردد میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے مدینہ طیبہ کو ہجرت کے لئے مختص کر دیا (بخاری شریف)

نبوت کا تیرھواں سال جوبن پر تھا۔ آفتاب عالم تاب مکہ مکرمہ کے افق پر ضوفشاں تھا۔ کارکنانِ قضاوقدر مدینہ باسکینہ کے آسمان پر شبنم افشانی میں مصروف تھے۔ پروردگار عالم نے مدینہ کی فضاؤں کو مستنیر کرنے اور نبوت کی نورانی شعاؤں سے دنیا وجہاں کو بقعۂ نور بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے آفتابِ رسالت ﷺ کشاں کشاں ضو پاشی کے لئے اور عزم عظیم کے ساتھ عالمگیر انقلاب برپا کرنے کے لئے مدینہ طیبہ کی جانب روانگی کے لئے تیار ہیں۔ ادھر مدینہ منورہ کے بچے بچے کو خبر ہو چکی ہے کہ آفتاب جہاں تاب ﷺ مدینہ منورہ تشریف لایا ہی چاہتے ہیں اس لئے مدینہ طیبہ میں ہر سو انتظار ہے اور اضطراب ہے۔

آخر وہ گھڑی آ پہنچی جب 27 صفر 13 نبوی بروز پنج شنبہ 12 ستمبر 622ء کو رحمت کائنات بحکم ربی در دولت سے کفار نابکار کا محاصرہ توڑ کر نکلے اور ظہر کے وقت سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے اور اسی شب آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق کے ہمراہ جبل ثور کی چوٹی پر واقع غار ثور میں پہنچے۔ غار ثور کو تین دن رونق بخش کر سوئے مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔ یہ یکم ربیع الاول 13 نبوی دوشنبہ (پیر) کا دن تھا اور 16 ستمبر 622ء کی تاریخ تھی جب آپ رات کے وقت غار ثور سے سوئے منزل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔

ادھر مدینہ منورہ میں عجب رنگ تھا۔ فخر کون و مکان رحمت عالمیان ﷺ کے عشاق اور دیوانے آپ کی تشریف آوری کے لئے دیدہ دل فرش راہ کئے ہوئے بڑی بے چینی سے آپ ﷺ کے منتظر تھے۔ مدینہ باسکینہ کا ہر پیر و جواں صغیر و کبیر اور زن و بچہ آفتاب رسالت مآب ﷺ کے رخ انور کی ایک جھلک دیکھنے لئے ہمہ تن چشم براہ ہے۔ معصوم بچے سرور و انبساط اور فرحت و مسرت میں نغمہ سرا ہیں۔ رحمت کائنات کی آمد آمد کا چرچا ہے۔

اہل مدینہ باسکینہ کا معمول بن چکا تھا کہ ہر روز علی الصبح وہ شہر سے باہر تین چار میل کے فاصلے پر حرہ کے مقام پر پہنچ جاتے۔ اور ان کی بے تاب نگاہیں مضطرب دلوں کی تیز دھڑکنوں کے ساتھ کوسوں دور تک اپنے گوہر مقصود کو تلاش کرتیں۔ جب دھوپ کی تمازت اور حدت شدت اختیار کر جاتی تو مایوس واپس گھروں کو لوٹ جاتے۔ انصار کے ان جاں نثاروں جنہوں نے بتوں سے ناطہ توڑ کر محبوب باری تعالیٰ سے ناطہ جوڑ لیا تھا، میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جو اپنے محبوب کریم کے دیکھنے کے لئے ہر روز مقام حرہ پر تشریف لاتے تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد سے حضور کریم ﷺ کی مفارقت نے انہیں نڈھال کر دیا تھا اور وہ آپ کے رخ زیبا کی جھلک دیکھنے کے لئے ہر ہر لحہ تڑپتے تھے۔

ادھر قدسی صفات قافلہ سنگلاخ پہاڑوں کی چوٹیوں اور پُر خار وادیوں کی جان لیوا صعوبتوں سے دوچار صبر و عزم کے ساتھ مدینہ طیبہ کی جانب رواں دواں تھا۔

ایک روز جب انصار بسیار انتظار کے بعد دوپہر کے وقت گھروں کو لوٹ گئے تو ایک یہودی کی اچانک نگاہ اسی قدسی صفات قافلہ پر پڑی جس کے لئے سب بے چین اور مضطرب تھے اس سے ضبطِ سخن نہ ہو سکا۔ وہ بے ساختہ پکارا اٹھا۔ اے بنی قیلہ (اوس وخزرج کی ماں کا نام قیلہ ہے) یہ ہے تمہارا بخت بیدار۔ دیکھو یہ تمہارے پاس آ گیا ہے''۔

(ضیاء النبی جلد سوم صفحہ 103)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ جلد دوم (صفحہ 63) میں حضور ﷺ کی آمد کے موقع پر انصار وفا شعار کی شادمانی اور مسرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

'' جب ٹیلہ پر کھڑے ہوکر یہودی نے اعلان کیا اے مسلمانو! تمہارا مقصد ومقصود تشریف لے آیا ہے۔ مسلمانوں میں مسرت وشادمانی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اپنے ہتھیاروں کو لئے ہوئے سرور کائنات کے استقبال کے لئے بھاگے چلے آ رہے تھے حرہ کے میدان میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ایک دوسرے کو مبارک بادیں دے رہے تھے۔ طرح طرح سے خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے۔ جوان اور بچے، عورتیں اور مرد، چھوٹے اور بڑے سب نعرہ لگا رہے تھے۔ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَ نَبِیُّ اللّٰهِ کہ اللہ کے رسول تشریف لے آئے ہیں۔ اللہ کے نبی تشریف لے آئے ہیں۔

امام محمد بن یوسف نے سبل الہدیٰ الرشاد جلد سوم (صفحہ 377) میں لکھا ہے۔

'' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری عمر اس وقت آٹھ نو سال کی تھی یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہمارے درودیوار حضور ﷺ کی طلعت زیبا کے انوار سے چمک رہے ہیں گویا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ہم عمر تھے۔ بہت کم فرق تھا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے اکثر حضور ﷺ کو پہلے دیکھا نہ تھا اس لئے پہچاننے میں دقت محسوس ہو رہی تھی۔ چند لمحوں میں زائرین کی بھیڑ لگ گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی پریشانی کو بھانپ لیا۔ انہوں نے اٹھ کر حضور سرورِ کونین

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی چادر تان کر سایہ کر دیا۔ اس سے سب کو معلوم ہو گیا کہ خادم کون ہے اور مخدوم کون۔ آقا کون ہے اور غلام کون''۔

اہلیان مدینہ کی مسرتوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ خوشی سے تمتماتے چہروں، شادمانی سے لبریز سینوں اور خوشی سے چھلکتے ہوئے آنسوؤں کی منظر کشی الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ ہر دل مہمان ذیشان کے لئے بے تاب و بے قرار اور ہر آنکھ اس تجلی کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے مضطرب تھی۔

یہ 8 ربیع الاول 13 نبوی اور 20 ستمبر 622ء کا دن تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراجاً منیراً بن کر قباء کے افق پر نمودار ہوئے۔ قبا مدینہ کے جنوب مغرب میں تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے جہاں انصار کے متعدد قبائل آباد تھے۔ اُس بستی کو عالیہ بھی کیا جاتا تھا۔ قبا ایک کنویں کا نام تھا جس کی نسبت سے بستی کا نام بھی قبا مشہور ہو گیا۔

(تاریخ مدینہ محمد عبدالمعبود)

قبا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن الہدم کے گھر چودہ یوم تک قیام فرمایا۔ امام ابو محمد مالک بن ہشام کے مطابق حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام سیدنا کلثوم بن الہدم کے گھر تھا اور لوگوں کی ملاقات زیارت کے لئے سیدنا سعد بن خیثمہ کا گھر مخصوص تھا موصوف کے بیوی بچے نہ ہونے کی وجہ سے اپنا مکان سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشست گاہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ان کے مجرد ہونے کی وجہ ہی سے ان کے مکان کا نام ''بیت العزب'' مشہور تھا۔ (ابن ہشام)

قبا میں چودہ دن قیام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ مدینہ کی تاریخ میں یہ عجب مبارک دن تھا۔ تمام انصار ہتھیار سجائے دورویہ کھڑے تھے۔ رؤساء اپنے محلوں میں قرینے سے کھڑے تھے۔ پردہ نشین خواتین گھروں سے باہر نکل آئی تھیں۔ مدینہ کے حبشی غلام جوشِ مسرت میں اپنے فوجی کرتب دکھا رہے تھے۔ اور خاندان نجار کی بچیاں دف بجا بجا کر طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا کا ترانہ گا رہی تھیں۔ غرض اس شان و شکوہ سے مہمان معظم

ﷺ کا داخلہ شہر میں ہوا کہ وداع کی گھاٹیاں مسرت کے ترانوں سے گونج اٹھیں۔ مدینہ کے درودیوار نے وہ منظر دیکھا جو اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ (سیر الصحابہ)

سرورِ انبیاء ﷺ اپنی اونٹنی قصوا پر سوار تھے۔ جہاں سے یہ قافلہ گزرتا لوگ ہجوم در ہجوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کو بڑھتے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ ان کے گھر میں قیام فرمائیں۔ جب آپ ﷺ کا گزر بنونجار کے محلے سے ہوا تو سلیط بن قیس اور اُسیرہ بن ابی خارجہ اپنی قوم کے افراد کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر عرض پرداز ہوئے: ''یارسول اللہ اپنے ننھیال کے پاس تشریف لائیے ان کے تعداد بہت زیادہ ہے۔ ساز وسامان سے لیس ہے۔ قوت دفاع بھی زیادہ ہے''۔

آپ نے ارشاد فرمایا خَلُّوْا سَبِیْلَهَا فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ ''اس کا راستہ چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے''۔

کاشانۂ ابوایوب رضی اللہ عنہ کا انتخاب

وہ لوگ راستہ سے ہٹ گئے۔ آپ ﷺ نے قصوا کی مہار چھوڑ دی۔ ناقہ آگے بڑھی۔ جب بنی مالک بن نجار کے محلّہ میں پہنچی تو اونٹنی بیٹھ گئی یہ وہ جگہ تھی جہاں آج کل مسجد نبوی ہے۔ یہ اس وقت ایک کھلا میدان تھا اور سہل اور سہیل دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ اونٹنی اٹھی اور ایک چکر لگا کر پھر اسی جگہ آکر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے جھرجھری لی اور درماندہ ہو کر بیٹھ گئی اور گردن زمین پر ڈال دی۔

فخر دو جہاں ﷺ یہاں اپنی ناقہ سے اترے اور چار مرتبہ یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

وَ قُلْ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ

''اور یہ بھی عرض کرنا اے میرے رب! اتار مجھے بابرکت منزل پر۔ اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے''۔

اس وقت حضور ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی۔ کچھ دیر کے بعد یہ کیفیت ختم ہو

گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ میری قیام گاہ ہے انشاء اللہ

ضیاء النبی جلد سوم (صفحہ 125) میں ہے

"یہاں سب سے قریب حضرت ابو ایوب انصاری کا گھر تھا۔ وہ آئے اور نبی کریم ﷺ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ حضور ﷺ نے اپنی رہائش گاہ کے لئے ان کے گھر کو ہی پسند فرمایا۔ اس طرح ارض و سما کے خالق و مالک کا حبیب ﷺ بڑے بڑے محلات، کشادہ حویلیوں اور شاندار مکانات سے صرف نظر کرتا ہوا اپنے ایک درویش صفت غلام کے گھر کو اپنے قیام سے مشرف مکرم فرماتا ہے"۔

محمد بن سعد نے طبقات جلد اول میں اس واقعہ کو یوں لکھا ہے:

"آپ ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کے پہلو میں اترے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے متعلقین کا کون سا مکان زیادہ قریب ہے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ میرا مکان ہے اور یہ میرا دروازہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ ہمارے لئے قیلولہ کی جگہ درست کرو۔ وہ گئے اور انہوں نے دونوں کے قیلولے کی جگہ درست کی۔ پھر آئے اور کہا یا رسول اللہ! ﷺ میں نے آپ ﷺ دونوں حضرات (حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے لئے قیلولے کی جگہ ٹھیک کر دی ہے۔ اللہ کی برکت پر اٹھیے اور آرام فرمایئے۔

آپ ﷺ مدینہ میں 26 ربیع الاول 13 نبوی بروز جمعہ داخل ہوئے محلہ بنو سالم میں نماز جمعہ پڑھائی۔ آپ ﷺ کے ہمراہ نماز جمعہ میں سو مسلمان تھے طبقات ابن سعد میں تحریر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اونٹنی پر سوار ہوئے۔ آپ ﷺ نے راستے کا داہنا رخ اختیار کیا یہاں تک آپ ﷺ بنی الحبلی میں آئے آپ ﷺ روانہ ہوئے مسجد تک پہنچ گئے۔ اونٹنی مسجد رسول اللہ ﷺ کے پاس رک گئی۔ لوگ اپنے اپنے یہاں اترنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنے لگے۔

ابو ایوب خالد بن زید بن کلیب آئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کا کجاوہ اتارا اور آپ

ﷺ کو اپنے مکان میں لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے کہ آدمی اپنے کجاوے کے ساتھ ہے۔ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ آئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑلی اور وہ ان کے ہاں رہی اور یہی درست ہے (طبقات)

حضور ﷺ کی خدمت میں پہلا ہدیہ

زید بن ثابت نے کہا کہ پھر وہ پہلا ہدیہ جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے مکان پر لے کر گیا وہ میں تھا۔ یہ ثرید کا ایک بڑا پیالہ تھا جس میں روٹی گھی اور دودھ تھا۔

آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو بلایا سب نے کھایا میں دروازے سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا پیالہ ثرید اور گوشت آیا۔ کوئی شب ایسی نہ ہوتی تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر تین چار آدمی کھانا نہ لاتے ہوں جس کی انہوں نے باری مقرر کر رکھی تھی۔

حضرت ابوایوب انصاری کے مکان میں آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ قیام پزید تھے۔

(دائرہ معارف اسلامی صفحہ 742)

آپ ﷺ حضرت ابوایوب انصاری کے مکان میں ابن سعد کے بیان کے مطابق سات ماہ تک قیام پزیدرہے تھے کہ مسجد نبوی اور آپ ﷺ کے مکان تیار ہو گئے تو آپ ﷺ اپنے مکان میں جو مسجد نبوی کے متصل تھے میں منتقل ہو گئے

حضرت ابو ایوب انصاری کا مکان دومنزلہ تھا آپ ﷺ نے پہلی منزل پر قیام فرمایا۔ یہ مکان تھا جس کو شاہِ یمن تبع اول (ورع) نے آپ ﷺ کی ولادت سے ایک ہزار قبل آپ ﷺ کے لئے تعمیر کروایا تھا۔ اور اس مکان کا متولی یہودی علماء کے سردار سامول کو مقرر کیا تھا۔ اور اسے وصیت کی تھی کہ یہ محل حضور ﷺ کو پیش کیا جائے جس وقت کہ آپ ﷺ ہجرت فرما کر یہاں تشریف لائیں۔ تبع نے ایک خط (سربمہر) بھی یہود

عالم کے سپرد کیا تھا تا کہ اسے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ چنانچہ وہ خط نسل در نسل چلتے چلتے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچ گیا اور تبع کا تعمیر کردہ محل زمانہ کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا تعمیر در تعمیر کے مراحل طے کرتا ہوا۔ سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے تصرف میں آ گیا اور جب خیر الخلائق شاہ ابرار ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ دونوں چیزیں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دی گئیں اس کی تفصیل پہلے بیان کر دی گئی ہے۔

آپ ﷺ جتنا عرصہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں فروکش رہے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے نہایت عقیدت مندانہ جوش کے ساتھ آپ ﷺ کی میزبانی کی۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اوپر والی منزل پر اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے اوپر والی منزل حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کی اور کہا کہ حضور ﷺ آپ ﷺ نیچے رہتے ہیں اور ہم اوپر۔ یہ بے ادبی ہے جو ہمیں گوارا نہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی اور زائرین کی آسانی کے لئے نیچے کا حصہ پسند فرمایا۔
ایک دفعہ اتفاق سے اوپر والی منزل پر پانی کا جو گھڑا تھا وہ ٹوٹ گیا۔ چھت معمولی تھی اور ڈر تھا کہ پانی نیچے ٹپکے۔ اور آنحضرت ﷺ کو تکلیف ہو۔ گھر میں میاں بیوی کے اوڑھنے کے لئے صرف ایک ہی لحاف تھا۔ دونوں نے لحاف پانی پر ڈال دیا تا کہ پانی جذب ہو کر رہ جائے با ایں ہمہ یہ تکلیف ان میزبانوں کے لئے کوئی بڑی زحمت نہ تھی کہ اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی اور شدید تکلیفوں کا وہ عزم کر چکے تھے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو ضیاء النبی جلد سوم صفحہ 129 پر یوں بیان کیا ہے:

''امام ابو مسلم نے صحیح میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ آپ نے کہا۔ جب رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں قیام پذیر ہوئے تو حضور ﷺ نے نیچے والے حصے میں رہائش اختیار کی۔ میں اور میری زوجہ ام ایوب بالا خانے میں

تھے۔ میں نے عرض کی یا نبی اللہ ! ﷺ میرا باپ اور میری ماں آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ مجھے یہ بات از حد نا گوار ہے کہ میں آپ ﷺ کے اوپر والے مکان میں رہوں اور حضور ﷺ نیچے والے مکان میں۔ مہربانی فرما کر آپ بالا خانے میں تشریف لے جائیے۔ ہم نیچے والے حصے میں آجائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

"میرے لئے اور ملاقات کے لئے آنے والوں کے لئے یہ آرام دہ ہے کہ ہم نیچے والے حصے میں رہیں"۔

چنانچہ حضور ﷺ نیچے والے حصہ میں سکونت پذیر رہے۔ اور ہم اوپر والی منزل میں۔ ایک دفعہ ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا۔ میں اور ام ایوب ایک لحاف لے کر اس پانی کو جذب کرنے لگے مبادہ یہ پانی رسول اللہ ﷺ پر ٹپکے اور حضور ﷺ کو تکلیف ہو۔ ہمارے پاس اس لحاف کے سوا اور لحاف نہ تھا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بار بصد بار عجز و نیاز عرض کرتے رہے۔ یارسول اللہ ! ﷺ حضور بالا خانے میں تشریف لے جائیں۔ ہمارا دل گوارا نہیں کرتا کہ ہم اوپر ہوں اور حضور ﷺ وسلم نیچے ہوں" چنانچہ ان کے شدید اصرار پر رسول اللہ ﷺ اوپر والے حصہ میں منتقل ہو گئے۔ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نیچے والے حصہ میں اپنے کنبہ کے ساتھ تشریف لے آئے۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی میزبانی اور عقیدت

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم رات کا کھانا تیار کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا کرتے۔ جب حضور ﷺ کا پس خوردہ ہمارے پاس پہنچتا تو ہم حصول تبرک کے لئے حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں کے نشانات تلاش کرتے اور جہاں ہمیں وہ نشان ملتے ہم وہاں سے کھاتے۔ ایک روز ہم نے رات کا کھانا پکا کر بھیجا۔ اس میں پیاز یا لہسن تھا۔ حضور ﷺ نے اسے ہمارے طرف لوٹا دیا۔ ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں کا کہیں نشان نہ تھا میں گھبرایا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی یارسول اللہ ! ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں حضور ﷺ نے

ہمارا کھانا واپس کر دیا۔ میں نے کہیں حضور ﷺ کے دستِ مبارک کے نشان نہیں دیکھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "مجھے اس کھانے میں اس بوٹی کی بُو آ گئی تھی۔ اور میں وہ شخص ہوں جو اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے لیکن تم اسے کھاؤ۔ تمہارے لئے جائز ہے"۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس روز کے بعد ہم نے کبھی کھانے میں پیاز یا لہسن استعمال نہیں کیا۔ (ضیاء النبی جلد 3 صفحہ 131۔130)

جیسا کہ پہلے حضرت زید بن ثابت اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جا چکا ہے انصار نے باری مقرر کر رکھی تھی ہر کوئی اپنی اپنی باری پر حضور ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کرتا یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے حجروں میں منتقل ہو گئے۔ وہاں بھی ایک بڑا پیالہ دن کے وقت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے رات کو ایک بڑا پیالہ بھیجا جاتا تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد)

حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ رحمتِ عالم ﷺ کو کون سا کھانا زیادہ پسند تھا تمہیں اس کا بخوبی علم ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کافی عرصہ تمہارے ہاں مقیم رہے ہیں۔ حضرت ام ایوب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ نے کبھی کوئی خاص کھانا پکانے کا حکم دیا ہو۔ اور نہ میں نے کبھی یہ دیکھا کہ جو کھانا حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اس میں کبھی حضور ﷺ نے عیب نکالا ہو۔ البتہ میرے شوہر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ حضور ﷺ نے ایک رات اس بڑے پیالے سے رات کا کھانا تناول فرمایا جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔ اور جس میں شوربا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضور رحمتِ عالمیان ﷺ نے بڑی رغبت سے اسے تناول فرمایا۔ اسی لئے ہم حضور اکرم ﷺ کے لئے اس قسم کا شوربے والا سالن تیار کرتے۔ ہم حضور ﷺ کے لئے ہریسہ بھی تیار کرتے (یہ کھانا گندم کے دانوں کو کوٹ کر قیمہ میں ملا کر پکایا جاتا ہے) حضور ﷺ اس کو بھی پسند فرماتے۔ حضور ﷺ جب رات کو کھانا تناول فرماتے تو کھانے کی مقدار کم ہو یا زیادہ ہر حالت میں پانچ سے سولہ افراد تک

اس کھانے میں شریک ہوتے۔(ضیاء النبی جلد 3 صفحہ 32۔131)

مواخات

ہجرت کے پانچ ماہ بعد رجب 1 ھ میں رسول اکرم ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان پر انصار و مہاجرین کو جمع کیا اور ان میں مواخات قائم کی۔ آپ ﷺ نے اسلام کے اولین مہاجر اور مبلغ و معلم دین حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔(دائرہ معارفِ اسلامی)

اسلمی گڈریا اور بھیڑیا

آگے جانے سے پہلے ہجرت کے ابتدائی ایام کا ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس کا ذکر محمد بن سعد نے طبقات میں جلد اول صفحہ 265 پر کیا ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک شخص اپنی بکریاں ذوالحلیفہ میدان میں چرا رہا تھا۔ اس کے ریوڑ پر ایک بھیڑیا ٹوٹ پڑا اور ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ وہ شخص چلایا اور پتھراؤ کر کے اپنی بکری چھڑا لی۔ بھیڑیا دم دبا کر سامنے آیا اور سر کے بل اس شخص کے روبرو بیٹھ گیا۔ اور کہا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے ہو کہ تم مجھ سے وہ بکری چھینتے ہو جو خدا نے مجھے بطور رزق دی ہے۔

اس شخص نے کہا بخدا میں نے کبھی ایسی بات نہیں سنی بھیڑیئے نے کہا"تم کس بات سے تعجب کرتے ہو؟ اس نے کہا" میں بھیڑیئے کو اپنے ساتھ باتیں کرنے پر تعجب کرتا ہوں۔ بھیڑیئے نے کہا:"تم نے اس سے زیادہ عجیب بات کو چھوڑ دیا ہے دیکھو وہ رسول اللہ ﷺ ہیں جو دو پتھریلی زمینوں کے درمیان کھجوروں کے باغ میں لوگوں سے گزری ہوئی باتیں بیان کرتے ہیں اور جو آنے والی باتیں ہیں وہ بھی ان سے بیان کرتے ہیں اور تم یہاں اپنی بکریوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔

جب اس شخص نے بھیڑیئے کا کلام سنا تو اپنی بکریاں جمع کیں اور انصار کے گاؤں "قباء" میں لایا۔ رسول اللہ ﷺ کو دریافت کیا۔ اور آپ ﷺ کو سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں پایا۔ اس شخص نے وہاں حاضر ہو کر حضور ﷺ کی

خدمت میں بھیڑیئے کا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا۔ عشاء کے وقت آنا اور جب دیکھو لوگ جمع ہو گئے ہیں تو انہیں اس واقعہ کی خبر دینا۔

اس نے یہی کیا۔ لوگوں نے جب نماز پڑھ لی اور جمع ہو گئے تو اس اسلمی نے انہیں بھیڑیئے کے واقعہ کی خبر دی۔ حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا سچ کہا۔ سچ کہا۔ سچ کہا۔ ایسے عجائب قیامت سے پہلے ہوں گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ قریب ہے کہ تم میں سے کوئی شخص شام یا صبح کو اپنے متعلقین سے غائب ہو۔ پھر اس کا کوڑا یا اس کی چھڑی یا اس کا جوتا اسے واقعہ کی خبر دے گا جو اس کے متعلقین نے اس کے بعد کیا ہوگا۔

گڈریئے کے ساتھ پیش آنے والے اس واقعہ کو اس نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر بیان کیا تھا اس طرح حضرت ابوایوبؓ رضی اللہ عنہ وہ پہلے صحابی ہیں جنہیں یہ واقعہ حضور ﷺ کی موجودگی میں سننے کا شرف حاصل ہوا۔

غزوات

سیدنا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کے ہمراہ دیگر صحابہ کرام کی طرح تمام غزوات میں شریک رہے اور کوئی بھی ایسا غزوہ نہیں جس میں شرکت سے آپ محروم رہے ہوں۔ مشہور غزوات میں اولین غزوۂ بدر ہے۔ اس غزوہ میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ شریک تھے اس طرح آپ کو بدری صحابی ہونے کا شرف عظیم حاصل ہوا۔ بدری صحابہ کرام کی شان کے بارے میں ایک روایت یوں بیان کی گئی ہے:

''حضرت جبرائیل حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مَا تَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍ مِنْكُمْ'' آپ ﷺ بدریوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ'' وہ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں''۔ (بخاری، مشکوٰۃ:62,17)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' مجھے امید ہے کہ جو صحابی بدر میں یا حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے انشاء اللہ کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا۔ (مسلم) مشکوٰۃ:62,18)

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھا اور فرمایا اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْوَجَبَتْ لَکُمُ الْجَنَّہ'' تم جو چاہو کرو یقیناً تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے ایک اور روایت میں یوں ہے فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ'' میں نے تمہیں بخش دیا ہے''۔
(متفق علیہ، مشکوٰۃ:62,16)

اس طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو بدر صحابی ہونے کی وجہ سے شرف عظیم حاصل ہے اور آپ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔

اس کے بعد احد، خندق بیعت رضوان اور دیگر غزوات میں بھی حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ہمرکاب رہے۔ بیعت رضوان کی شان تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن حکیم میں بھی بڑے اہتمام کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔

11ھ میں آپ ﷺ کی رحلت کے بعد آپ کی زندگی کے حالات اگرچہ نمایاں نظر نہیں آتے تاہم حضرت فاروق اعظم کے عہد خلافت میں آپ نے بعض معرکوں میں شرکت فرمائی۔ بیسان کے معرکوں میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ مصر کی فتح کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر افریقہ کی طرف روانہ کیا تھا جو برقہ تک یلغار کرتا ہوا پہنچ گیا اور اس پر اسلام کا پرچم لہرا کر واپس ہوا۔ آپ اس لشکر میں شریک تھے۔ الغرض حضرت ابوایوب انصاری نے دور فاروقی کے معرکوں میں ایک سرگرم مجاہد کی حیثیت سے حصہ لیا اور جہاد کے لئے طویل سفر گئے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ زیادہ تر مدینہ میں ہی رہے۔ انہوں نے کسی سورش میں حصہ نہیں لیا جن دنوں سبائیوں نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں مسلمانوں کی امامت کرتے رہے۔

شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ مسند اقتدار پر آئے تو وہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی بڑی عزت وتکریم کرتے تھے۔

حضرت علی کے دورِ خلافت میں 37ھ میں خوارج کے خلاف جنگ نہروان پیش آئی۔ اس میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ علوی فوج کے مقدمتہ الجیش کے سالار تھے۔ آپ جناب امیر کی معیت میں مدائن تشریف لے گئے۔

خوارج سے جنگ سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو خوارج کو سمجھانے کے لئے بھیجا لیکن ان پر پند و نصائح کا کوئی اثر نہ ہوا اور یہ دونوں حضرات واپس چلے آئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خرارج کو جنگ سے باز رہنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی ان سے مباحث کئے لیکن جب کوئی چارہ کار نہ رہا اور جنگ ناگزیر نظر آئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مجبوراً خوارج سے مقابلے کے لئے نکلنا پڑا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوایوب انصاری کو امان کا علم دیکر اعلان کرادیا کہ جو شخص اس علم کے نیچے آجائے یا لوٹ جائے یا خوارج کا ساتھ چھوڑ دے وہ مامون ہے۔ اس اعلان پر خوارج کے سردار فردہ بن نوفل اشجعی نے پانچ سو ساتھیوں کے ہمراہ علیحدگی اختیار کرلیا کچھ خوارج کوفہ کی طرف لوٹ گئے اور ایک ہزار خوارجی حضرت ابوایوب کے علم کے تلے آگئے۔ (ابن خلدون)

اس جنگ میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کمال پامردی اور شجاعت سے لڑے دائرہ معارف اسلامی میں تحریر ہے کہ جنگ نہروان میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی کمانڈ میں سواروں کا رسالہ تھا۔ نیز اس موقع پر ''رایۃ الامان'' بھی آپ کے سپرد کیا گیا۔ المسعودی نے مروج الذھب میں آپ کی جنگ جمل میں شرکت کا ذکر کیا ہے لیکن مسعودی چوتھی صدی کا مؤرخ ہے۔ اس سے پہلے کے مؤرخین کے ہاں اس روایت کا ذکر نہیں ملتا۔ بعد کے مصنفین میں سے عبدالبر (مصنف الاستعاب) اور اسد الغابہ کے مصنف علامہ ابی الحسن علی الحزری بن اثیر نے بھی اس جنگ میں ان کی شرکت کا ذکر کیا ہے لیکن ان دونوں مصنفین کے پاس اس روایت کی کوئی سند نہیں (دائرہ معارف اسلامی) ابن ایثر نے تو

آپ کی جنگ صفین میں شرکت کا بھی ذکر کیا ہے لیکن تحقیق اس کے خلاف جاتی ہے غالب خیال یہی ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف جنگ نہروان میں شرکت کی۔

36 ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ کے لئے مدینہ منورہ چھوڑا۔ بعد میں وہاں جو والی مقرر کئے ان میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

(دائرہ معارف اسلامی)

سیر الصحابہ میں مولانا سعید انصاری نے لکھا ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کو جو اعتماد آپ کی ذات اور آپ کی قابلیت وحسن تدبیر کا جس قدر اعتراف تھا وہ اس سے ظاہر ہوگا کہ جب انہوں نے کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا تو مدینہ میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اپنا جانشین چھوڑ گئے اور وہ اس عہد میں امیر مدینہ رہے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کی سابقہ حسن خدمت کی بناء پر دربار خلافت سے حسب ترتیب ماہانہ وظائف ملتے تھے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا وظیفہ پہلے چار ہزار درہم تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بیس ہزار درہم کر دیا۔ پہلے آٹھ غلام ان کی زمین کی کاشت کے لئے تھے۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے چالیس غلام مرحمت فرمائے۔

اس حسن خدمت اور محبت کی یادگار میں جو آپ کو آنحضرت ﷺ کی ذات سے تھی، تمام اصحاب رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ محبت وعظمت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے۔ اسی زمانہ میں آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ملاقات کے لئے بصرہ تشریف لے گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے آنحضرت ﷺ کی رفاقت کے لئے اپنا گھر خالی کر دیا تھا میں بھی آپ کے لئے اپنا گھر خالی کر دوں۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے تمام اہل وعیال کو دوسرے مکان میں

منتقل کرلیا۔ مکان بمع اس تمام سازوسامان کے جو گھر میں موجود تھا، آپ کی نذر کردیا۔

مصر کا سفر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت (40ھ) کے بعد آپ سیاسی ہنگامہ آرائیوں سے کنارا کش ہوکر زندگی گزارنے لگے تاہم جہاد میں برابر حصہ لیتے رہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عقبہ بن عامر جہنی آپ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے۔ حضرت عقبہ کے عہد امارت میں دو دفعہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو مصر کے سفر کا اتفاق ہوا پہلا سفر طلب حدیث کے لئے تھا۔ انہیں علم ہوا کہ عقبہ کسی خاص حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ صرف ایک حدیث کے لئے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عالم پیری میں مصر کا سفر کیا۔ مصر پہنچ کر آپ مسلم بن مخلد کے گھر پر گئے۔ مسلمہ کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی تو فوراً گھر سے نکل آئے۔ آپ سے معانقہ کیا اور دریافت کیا کہ کیسے تشریف لانا ہوا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے عقبہ کا گھر بتا دیجئے''۔ مسلمہ سے رخصت ہوکر آپ عقبہ کے مکان پر پہنچے اور ان سے ستر المسلم کی حدیث دریافت فرمائی۔ اور کہا کہ اس وقت آپ کے سوا اس حدیث کے جاننے والا کوئی نہیں۔ حدیث سن کر اونٹ پر سوار ہوئے اور سیدھے مدینہ طیبہ پہنچ گئے (سیر الصحابہ بحوالہ مسند احمد جلد 4 صفحہ 153)

42ھ میں امیر معاویہ کے دورِ حکومت میں بازنطینیوں کے خلاف معرکہ آرائیوں کا آغاز ہوا تقریباً پچھتر سال کا یہ مجاہد بازنطینیوں کے خلاف حضرت خالد بن ولید کے بیٹے عبد الرحمٰن کے ہمراہ مصروف جہاد تھا۔ 46ھ میں بحری لڑائیوں میں شرکت کے لئے وہ مصر تشریف لے گئے۔

معرکہ قسطنطنیہ

قسطنطنیہ کی عیسائی حکومت اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ امیر معاویہ نے رومی حملوں سے بچاؤ کے لئے ایک مضبوط بحری فوج تیار کی۔ بحری فوج میں لوگوں کی دلچسپی پیدا کرنے کے لئے بحری فوج کی تنخواہ بری فوج سے زیادہ مقرر کی۔ اسلامی

بحری بیڑہ دو ہزار جنگی کشتیوں پر مشتمل تھا۔ جنادہ بن امیہ کو امیر البحر مقرر کیا بحری فوج گرمائی (صائفہ) سرمائی (شاتیہ) اور گوریلا دستوں پر مشتمل تھی۔ قسطنطنیہ اس دور میں مشرقی رومہ کا دار الحکومت تھا۔ اور عیسائی دنیا کا دل اور مرکز تھا امیر معاویہ نے قیصر کی قوت کا اندازہ لگانے کے بعد 49ھ میں پوری تیاری کے بعد قسطنطنیہ پر حملے کا منصوبہ بنایا تاکہ قیصر کے رعب کو مٹا دیا جائے۔ اور عیسائی دنیا کو اسلامی سلطنت پر حملہ کی جرأت نہ ہو سکے۔

بڑے ساز و سامان کے ساتھ سفیان بن عوف ازدی کی قیادت میں ایک لشکر جرار قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا علامہ طبری کے مطابق سالار لشکر یزید بن سفیان تھا۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی کے قول کے مطابق یزید سفیان بن عوف ازدی کی ماتحتی میں گرمائی فوج کا سالار تھا۔

امیر معاویہ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے شہروں میں اس مہم کا اعلان کروا دیا تھا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضور ﷺ کی یہ حدیث مشہور تھی کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا وہ مغفرت یافتہ ہوگا۔ اس لئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس معرکہ میں شرکت فرمائی۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت اسی برس تھی لیکن ان کے شوق جہاد کا یہ عالم تھا کہ کبرسنی کے باوجود مدینہ سے شام تک محض شرکتِ جہاد کے لئے سفر کیا اور پھر ایک عام مجاہد کی حیثیت سے لشکرِ اسلام میں شامل ہوئے یہ بیڑا شوقِ شہادت سے سرشار ہزارہا مجاہدین کو لے کر بحرۂ روم سے گزرتا ہوا آبنائے باسفورس میں داخل ہوا۔ اور قسطنطنیہ کے سامنے ایک موزوں جگہ پر لنگر انداز ہو کر مجاہدین کو خشکی پر اتار دیا۔ مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ رومی شہنشاہ قسطنطین چہارم بڑی تیاری اور ساز و سامان کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ پر آیا۔ مسلمان ابھی سستائے بھی نہ تھے کہ رومیوں نے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے بڑی ہمت اور استقلال سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ بڑی خون ریز جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کے

شوق اور جوش کا یہ عالم تھا ایک ایک مسلمان رومیوں کی پوری پوری صف سے معرکہ آراء تھا۔ ایک مجاہد کے جوش کی یہ کیفیت تھی کہ دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا اندر گھس گیا۔ اس تہور کو دیکھ کر عام مسلمانوں نے بیک آواز کہا کہ یہ صریح آیت کریمہ **لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃ** (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) کے خلاف ہے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فوج کو مخاطب کر کے فرمایا۔ لوگو! تم نے اس آیت شریفہ کے یہ معنی سمجھے؟ حالانکہ اس کا تعلق انصار کے ارادۂ تجارت سے ہے۔ اسلام کے امن و فراخی کے بعد انصار نے یہ ارادہ کیا تھا کہ گذشتہ سالوں میں جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے ان کو جو نقصان اٹھانے پڑے ہیں ان کی تلافی کی جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "ہلاکت جہاد میں نہیں بلکہ ترکِ جہاد اور ترکِ فراہمی مال میں ہے"۔ (سیر الصحابہ)

دائرہ معارف اسلامی کے مطابق یہ محاصرہ چار سال تک جاری رہا۔ مسلمانوں اور رومیوں میں معرکے ہوتے رہے۔ قسطنطنیہ مشرقی رومہ کا مرکز تھا اس لئے عیسائی پوری قوت سے شہر کے دفاع کے لئے ڈٹے رہے انہوں نے پوری قوت اس کے دفاع پر صرف کر دی۔ ویسے بھی دفاع بڑا مضبوط تھا۔ اس لئے جاں بازی کے باوجود مسلمان کامیاب نہ ہو سکے۔ شدید سردی کا موسم بھی آڑے آیا جس کے مسلمان عادی نہ تھے۔ چنانچہ بہت سے مسلمان مجاہد شہید ہو گئے۔ یورپ کے شدید سرد موسم اور آب و ہوا نے مسلمانوں کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا مجاہدین کی کثیر تعداد بیمار پڑ گئی۔

وفات

دوران محاصرہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی بیمار ہو گئے۔ یزید بن معاویہ عیادت کے لئے آیا اور کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کوئی وصیت ہو تو فرمایئے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب میں مر جاؤں تو مسلمانوں کو میرا اسلام پہنچا دینا اور ان کو بتا دینا کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اس حالتِ میں انتقال کر جائے کہ ربّ واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت نصیب کرے

گا۔اور میرا جنازہ دشمن کی سرزمین میں جہاں تک لے جاسکو لے جا کر دفن کر دینا''۔

(سیارہ ڈائجسٹ صحابہ کرام نمبر)

چنانچہ 52 ھ کی ایک رات غالبًا اسہال کی بیماری سے فوت ہو گئے۔نماز جنازہ خود یزید نے پڑھائی۔(دائرہ معارف اسلام)

آپ کی وفات کے بعد اس کی تعمیل کی گئی۔تمام فوج نے ہتھیار سجا کر رات کو آپ کی لاش قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے دفن کی۔یزید نے کفار کی بے ادبی کے خوف سے مزار کو زمین کے برابر کر دیا۔صبح کو رومیوں نے مسلمانوں سے پوچھا کہ رات کو آپ لوگ کچھ مصروف نظر آتے تھے بات کیا تھی۔مسلمانوں نے کہا کہ ہمارے پیغمبر کے ایک بڑے دوست نے وفات پائی۔ان کے دفن میں مشغول تھے۔لیکن جہاں ہم نے دفن کیا ہے تمہیں معلوم ہے۔اگر مزار اقدس کے ساتھ کوئی گستاخی روا رکھی گئی تو یاد رکھو اسلام کی وسیع الحدود حکومت میں کہیں ناقوس نہ بج سکے گا۔(سیر الصحابہ وطبقات ابن سعد)

بعض کتب تاریخ میں یہ بھی مذکور ہے کہ ان کی میت کو قسطنطنیہ (کی فصیل) کی دیواروں کے نیچے لے جا کر سپرد خاک کیا گیا۔قیصر قسطنطین کو جب پتہ چلا تو اس نے کہلا بھیجا کہ تم لوگ یہاں سے جاؤ گے تو ہم ان کی قبر کھود کر ہڈیاں باہر پھینک دیں گے۔

قیصر کے گستاخانہ پیغام پر مسلمانوں کا خون کھول اٹھا یزید نے قیصر کو پیغام بھیجا کہ اگر تو نے ایسی حرکت کی تو خدا کی قسم یاد رکھو کہ مسلمانوں کی وسیع الحدود حکومت میں جتنے گرجے ہیں سب کو منہدم کر دیا جائے گا اور عیسائیوں کی قبروں کو اکھاڑ پھینکا جائے گا۔

یزید کے انتبا کا خاطر خواہ اثر ہوا۔قیصر نے کہلا بھیجا کہ

''میں تمہاری دینی غیرت وحمیت کا امتحان لے رہا تھا کنواری مریم کی قسم! ہم تمہارے نبی کے صحابی کی قبر کا اکرام اور اس کی حفاظت کریں گے''۔

جب اسلامی فوجیں واپس چلی گئیں تو 55 ھ کے بعد بازنطینیوں نے ہی سب سے پہلے اس مقام پر عمارت تعمیر کی تھی۔بازنطینی اس مزار کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور قحط

کے ایام میں اس کی زیارت کے لئے آتے تھے اور بارش کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔

سلطان محمد فاتح نے 757ھ بمطابق 1556ء میں قسطنطنیہ کو فتح کیا۔ اس سے آق شمس الدین نے حضرت ابو ایوب کے مقبرے کا ذکر کیا تھا۔ مصنف جلاء القلوب نے لکھا ہے کہ شیخ آق شمس الدین نے ایک جگہ نور دیکھا اور کہا کہ سرہانے کی طرف دو ہاتھ زمین کھودو۔ ایک پتھر نکلے گا جس پر عبرانی خط میں کچھ لکھا ہوگا۔ چنانچہ ایک پتھر برآمد ہوا۔ اسے پڑھوایا گیا تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ یہ پتھر قبر سے باہر تھا اور اب بھی قبر پر لگا ہوا ہے۔ سلطان محمد فاتح نے اس جگہ عمارت تعمیر کروادی۔

مزار کے ساتھ ایک جامع مسجد اور مدرسہ بھی تعمیر کیا گیا۔ اس مسجد میں انمک جی زادہ احمد 1000ھ بمطابق 1590ء میں توسیع کروائی۔ بعد میں بھی وقتاً فوقتاً اس میں توسیع ہوتی رہی 1723ء میں دو غلام گردشوں اور دو نئے میناروں کا اضافہ کیا گیا۔ سلطان محمد ثانی نے اس مسجد میں آنحضور ﷺ کے آثار متبرکہ جو اسے محل سلطان کے خزانے سے ملے تھے محفوظ کروائے۔ اس مزار کے تین حصے ہیں۔ مسجد ایوب، مزار ایوب اور قبرستان ایوب مصطفیٰ پاشا (فاتح قبرص) اور دیگر ممتاز افراد اس قبرستان میں مدفون ہیں جامع کے ایک کمرے میں سبز چادر میں محفوظ ایک علم بھی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ تاریخی علم ہے جسے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ علمبردار کی حیثیت سے اٹھاتے تھے۔ سلطان محمد فاتح کے وقت سے خلفائے عثمانی کی تاجپوشی کے موقع پر ہر سلطان یہاں آتا تھا اور شیخ الاسلام اس کی کمر میں بانی خاندان عثمان خان کی تلوار باندھا کرتا تھا جو سلطان محمد فاتح کی کمر میں شیخ آق شمس الدین نے اویزاں کی تھی۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

آل اور اولادیں

مختلف روایات کے مطابق حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں دو شادیاں کیں۔ ان کی ایک بیوی کا نام ام حسن بنت زید بن ثابت تھا۔ مشہور صحابیہ تھیں۔ ان کے بطن سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے جو جوانی میں انتقال کر گئے۔ ان سے ان کی نسل نہیں

چلی۔ دوسری بیوی اپنی کنیت ام ایوب سے مشہور ہیں۔ یہ خاتون بھی مشہور صحابیہ ہیں اور ان سے کئی احادیث مروی ہیں۔ ان کے بطن سے تین بیٹے۔ ایوب، خالد اور محمد اور ایک بیٹی عمرہ پیدا ہوئیں۔ اپنے شوہر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انہیں آنحضور ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔

فضل و کمالات

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا شمار ان جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے سامنے ہی پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ آپ علم و فضل کے اعتبار سے ایک متبحر عالم تھے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا فضل و کمال اس قدر مسلم تھا کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابو امامہ رضی اللہ عنہ، زید بن خالد رضی اللہ عنہ جہنی، مقدام بن معدی کرب، جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن یزید خطمی وغیرہ جو نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ تھے، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے فیض سے بے نیاز نہیں تھے۔

تابعین میں، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، خاتم بن عبداللہ، عطان بن یسار، عطا بن یزید لیثی ابو سلمہ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بڑے پائے کے بزرگ ہیں تاہم وہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی ارادت مندی میں شامل تھے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے فضل و کمال کا یہ عالم تھا کہ جب کسی مسئلہ پر اختلاف پیدا ہو جاتا تھا تو صحابہ کرام ان سے رجوع کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مسور بن مخرمہ میں اختلاف پیدا ہوا کہ محرم حالت جنابت میں غسل کرتے وقت سر ہاتھ سے مل سکتا ہے یا نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ سر دھو سکتا ہے مگر مسور رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ سر دھونا جائز نہیں۔ دونوں بزرگوں نے عبداللہ بن حسین کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ حسن اتفاق سے آپ اس وقت غسل ہی کر رہے تھے۔ عبداللہ

نے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اپنا سر باہر نکال کر ملنا شروع کیا اور فرمایا کہ دیکھو آنحضور ﷺ اسی طرح غسل کرتے تھے (سیر الصحابہ بحوالہ بخاری شریف)

عاصم بن سفیان ثقفی جنگ سلاسل میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے تھے۔ ابھی منزل سے دور تھے کہ اختتام جنگ کی خبر آئی۔ انہیں نہایت افسوس ہوا۔ اور وہ حضرت امیر معاویہ کے دربار میں گئے۔ اس وقت حضرت ابوایوب خالد رضی اللہ عنہ اور عقبہ بن عامر بھی موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں عاصم نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا۔ ان دونوں بزرگوں سے نہیں پوچھا۔ حضرت ابوایوب خالد رضی اللہ عنہ کو یہ گوارا نہ ہوا۔ اس لئے انہوں نے مسئلہ کا جواب دیکر عقبہ سے تصدیق کروائی تاکہ کسی قسم کا خیال نہ پیدا ہو۔ (سیر الصحابہ)

ابن اسحاق (مولائے بنی ہاشم) اور دیگر بزرگوں میں یہ بحث تھی کہ نبیذ کس برتن میں بنا سکتے ہیں؟ اور قرع مابہ النزاع تھا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا تو لوگوں نے ان کے پاس ایک آدمی کو تحقیق مسئلہ کے لئے روانہ کیا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضور ﷺ نے مزفت میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی ہے۔ اس شخص نے قرع کا لفظ دہرایا مگر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے یہی جواب دیا۔

(سیر الصحابہ بحوالہ مسند احمد)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خب علم اور نشر معارف کی انتہا یہ ہے کہ مرگ بستر پر بھی ان کی زبان اشاعتِ حدیث کا فریضہ ادا کر رہی تھی۔ وفات سے پہلے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی دو حدیثیں روایت کیں جو پہلے کبھی انہوں نے بیان نہیں کی تھیں۔ ان کی رحلت کے بعد عام اعلان کے ذریعے وہ لوگوں تک پہنچائی گئیں۔ (مسند احمد)

اردو انسائیکلو پیڈیا اسلامی جلد اول صفحہ 113 پر مرقوم ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے اور پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ آپ کی طرف 150 احادیث منسوب ہیں جن میں سے پانچ متفق علیہ ہیں۔

دائرہ معارف اسلامی (پنجاب یونیورسٹی) میں بھی تحریر ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ حافظ قرآن تھے اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور آپ کی طرف ڈیڑھ سو احادیث منسوب ہیں جن میں پانچ متفق علیہ ہیں۔ مسند احمد بن حنبل (5:412 تا 423) میں ان کی 112 روایات جمع ہیں۔ کچھ روایات (5:113 تا 114) پر بھی ہیں یہ وہ احادیث ہیں جو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔ جلاء القلوب کے مصنف نے ان کی مرویات کی تعداد 210 بتائی ہے۔ پطرس بسانی (دائرہ معارف) نے لکھا ہے کہ سات صحابہ نے ان سے روایات بیان کی ہیں لیکن یہ تعداد اس سے زیادہ ہے۔ چند نام یہ ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، زید بن خالد جہنی، عبداللہ بن یزید خطمی، ابوامامہ رضی اللہ عنہ، جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، مقدام بن عمرو بن معدی کرب اور ابوصرمۃ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کوئی بات خلافِ سنت دیکھتے تو بے قرار ہو جاتے تھے اور صدائے حق بلند کرنے سے کبھی باز نہ آتے تھے۔ ایک دفعہ شام اور مصر تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں مسلمانوں کے گھروں میں بیت الخلاء قبلہ رخ بنے دیکھے۔ انہیں یہ صورت بہت بری معلوم ہوئی بار بار فرماتے مسلمانو! پاخانوں کا قبلہ رخ بنانا بہت برا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم رفع حاجت کے لئے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ ادھر پشت کرو۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کی اس قدر اشاعت ہوئی کہ آج مسلمانوں کا بچہ بچہ قبلہ رخ ہو کر پیشاب پاخانہ کرنے کو گناہ سمجھتا ہے۔ روایت حدیث کے علاوہ اشاعت و سماعت حدیث کا بھی آپ کو ازحد شوق تھا۔

حضرت امیر معاویہ کے دور حکومت میں عقبہ بن عامر جہنی مصر میں مقیم تھے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ وہ ایک خاص حدیث کے راوی ہیں۔ ان کو اس خاص حدیث کی سماعت کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اس کے شوق سماعت نے بے چین کر دیا اور پیرانہ سالی کے عالم میں صرف ایک حدیث کی سماعت کے لئے مدینہ طیبہ سے مصر کا طویل

اور پر صعوبت سفر اختیار کیا۔ مصر پہنچ کر پہلے مسلمہ بن مخلد کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہ میزبان رسول سے ملاقات کر کے نہایت مسرور ہوئے۔ اور پوچھا کہ سفر مصر کی زحمت کیسے گوارا کی۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں عقبہ سے ایک حدیث سننے آیا ہوں کیونکہ عالمِ اسلام میں اس وقت اس حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں۔ مجھے عقبہ کے مکان کا پتہ بتا دیجئے۔ غرض مسلمہ سے وداع ہو کر آپ عقبہ کے مکان پر پہنچے۔ اور ان سے وہ خاص حدیث دریافت فرمائی وہ حدیث سن چکے تو ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف چل دیئے۔

اخلاق

حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کی حرکات وسکنات اور عادات و اخلاق میں فیض یافتۂ نبوت ہونے کا ثبوت ملتا تھا۔ حُب رسول ﷺ، جوش ایمان، حق گوئی، اتباع سنت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، جہاد تواضع، حسنِ ظن، آثارِ نبوی کا ادب ان کے اخلاق وآداب کے نمایاں پہلو تھے۔

ہجرت مدینہ کے بعد منافقین اور یہود نے فرزندان توحید کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا سلسلہ شروع کر دیا تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہدایت فرمائی کہ رات کو ہتھیار باندھ کر سویا کریں اور کچھ آدمی جاگ کر پہرہ دیا کریں تا کہ قریش مکہ اور دوسرے دشمنوں کے اچانک حملہ کا تدارک کیا جا سکے ایک موقعہ پر حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے پوری رات کاشانۂ نبوی پر پہرہ دیا۔ صبح ہوئی تو سرورکون و مکان نے آپ کے حق میں دعا مانگی۔

''اے ابوایوب خدا تمہیں حفظ وامان میں رکھے کہ تم نے اس کے نبی کی نگہبانی کی''۔

یہ حضور ﷺ کی دعا کا اثر تھا کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ زندگی بھر مصائب وآلام سے محفوظ رہے اور وفات کے بعد بھی صدیوں تک نصاریٰ ان کی قبر کی حفاظت کرتے رہے حتیٰ کہ ان کا مدفن یعنی قسطنطنیہ مسلمانوں کے زیر نگیں آ گیا۔ آج بھی ترکی کی حکومت ان کی

قبر کی نگران ہے اور وہاں عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ (تارہ ڈائجسٹ صحابہ کرام نمبر)

حضور نبی کریم ﷺ سے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت کا ذکر میز بانی کے بیان میں کیا جا چکا ہے۔ وفات نبوی کے بعد جاں نثاروں کے لئے روضۂ نبوی کے سوا اور کیا چیز باعث تسکین ہو سکتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کے روضۂ اقدس کے پاس تشریف رکھتے تھے اور اپنا چہرہ ضریح اقدس سے مس کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں مروان مدینہ طیبہ کا گورنر تھا۔ وہ آ گیا اور اس کو یہ فعل بظاہر خلافِ سنت نظر آیا لیکن مروان حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے زیادہ واقفِ امور نہ تھا۔ اصل اعتراض کو سمجھ کر آپ نے فرمایا۔ '' میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اینٹ اور پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں۔'' (مسند احمد جلد 5 صفحہ 412)

جوش ایمان کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ تمام عمر غزوات اور جہاد میں شریک رہے۔ حتیٰ کہ پیرانہ سالی کے باوجود رومیوں کے خلاف معرکۂ قسطنطنیہ میں شریک ہوئے اور حالت جنگ میں وفات پائی اور وصیت کی کہ مجھے دشمن کی سرزمین میں جہاں تک ہو سکے لے جا کر دفن کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش پوری کر دی۔

حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ حکومت کا دبدبہ اور شان بھی آپ کو اس سے باز نہ رکھ سکتا تھا۔ ایک دفعہ مصر کا گورنر عقبہ بن عامر جہنی جو خود صحابی تھے۔ نے کسی وجہ سے نماز مغرب کی ادائیگی میں دیر کر دی۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر پوچھا۔ ماھٰذا الصلوٰۃ یا عُقبہ '' عقبہ یہ کیسی نماز ہے؟ عقبہ نے کہا ایک کام کی وجہ سے دیر ہو گئی'' آپ نے کہا '' تم صاحب رسول اللہ ﷺ ہو۔ تمہارے اس فعل سے لوگوں کو گمان ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ اسی وقت نماز پڑھتے تھے حالانکہ حضور ﷺ نے نماز مغرب میں تعجیل کی تاکید فرمائی ہے۔

(سیر الصحابہ بحوالہ مسند احمد)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبد الرحمٰن نے ایک جنگ میں چار قیدیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر قتل کر دیا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو

آپ نے فرمایا کہ اس قسم کے وحشیانہ قتل سے نبی کریم ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے میں تو اس طرح مرغی کا مارنا بھی پسند نہیں کرتا (ایضاً)

معرکہ قسطنطنیہ میں جہاز میں بہت سے قیدی تقسیمات کی نگرانی میں تھے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے تو دیکھا کہ ایک عورت بھی ہے جو زاروزار رو رہی ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے سبب پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس سے اس کا بچہ چھین کر الگ کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے بچے کا ہاتھ پکڑ کر عورت کے ہاتھ میں دے دیا افسر نے امیر سے شکایت کی۔ امیر نے باز پرس کی تو بولے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس طریقہ ستم کی ممانعت کی ہے اور بس۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حیاء کا یہ حال تھا کہ کنویں پر غسل کرتے تھے تو چاروں طرف چادر تان لیتے تھے۔

حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ ایک عظیم المرتبت اور جلیل القدر صحابی رسول تھے جن کے کاشانہ میں رحمت عالمیان سرور کون ومکان نے منشائے خداوندی کے مطابق مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر قیام فرمایا۔ اس طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ میزبان رسول اللہ ﷺ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو آپ کے حصے میں آیا۔ انصار صحابہ کرام میں آپ کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ عقبہ کی گھاٹی میں 13 نبوی میں حضور نبی مہربان ﷺ کے دست مبارک پر جن 73 انصار نے بیعت کی ان خوش نصیبوں میں حضرت ابوایوب انصاری بھی شامل تھے اس کے بعد آپ نے بانی تحریک اسلامی اور اسلام کے لئے تن من دھن نثار کر دیا۔ معرکہ قسطنطنیہ میں پیرانہ سالی میں شرکت فرما کر دین اور صاحب قرآن سے محبت کا حق ادا کرتے ہوا اپنی جاں خالق حقیقی کے سپرد کر دی اگرچہ سابقہ اوراق میں آپ کی مناقب اور فضائل پر کئی جگہ روشنی ڈالی جا چکی ہے تاہم یہاں مزید احادیث بیان کی جاتی ہیں جو آپ کے فضائل اور مناقب پر روشنی ڈالتی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّهٗ تَنَاوَلَ مِنْ لِحْیَةِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدری فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ مَسَحَ اللّٰہ بِکَ یَااَبَا اَیُوْبَ مَاتکْرَاہُ

''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے آنحضور ﷺ کی داڑھی مبارک سے کوئی چیز دور کی تو آپ ﷺ نے دعا دی۔ اے ابوایوب! اللہ تجھ سے ہر ناپسندیدہ چیز کو دور فرمائے''۔ (کنزالعمال حدیث نمبر 37566 بحوالہ ابن عساکر)

ایک دوسری روایت میں الفاظ یوں ہیں:

لَاْ یُغِیْبُکَ السُّوْءَ یَا اَبَا اَیُّوْبَ

''اے ابوایوب تجھے کوئی تکلیف نہ پہنچے'' (کنزل العمال حدیث نمبر 37567)

عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مُسَیَّبِ اَنَّ اَبَااَیُّوْبِ اَنْصَارِیَّ اَبْصَرَ اَلِی اللِّحیَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَذیً فَنَزَعَہُ مَارَاہُ اِیَّاہُ فَقَالَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَعَ اللّٰہُ عَنْ اَبِی اَیُّوْبَ مَایُکْرَہُ

''حضرت سعید بن میتب کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری نے آنحضور ﷺ کی داڑھی مبارک میں کوئی تکلیف دہ چیز دیکھی تو اسے نکال کر حضور ﷺ کو دکھایا آپ ﷺ نے دعا دی۔'' اللہ تعالیٰ ابوایوب سے ہر ناپسندیدہ چیز کو دور کرے''۔ (کنزالعمال حدیث نمبر 37568 بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

آپ جماعت انصار کے سرکردہ اور نمایاں افراد میں شمار ہوتے ہیں۔ ابن ہشام نے بیعت عقبہ ثانی کے موقع پر بیعت کرنے والوں میں آپ کا نام سرفہرست لکھا ہے۔ کتب احادیث میں انصار کے فضائل یوں بیان کئے گئے ہیں اور ان فضائل کا اطلاق آپ پر بھی ہوتا ہے۔

1۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

''انصار سے مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کرتا اور ان سے منافق کے سوا کوئی نفرت نہیں کرتا۔ جو ان سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے جو ان سے نفرت کرے اللہ اس سے

نفرت کرے"۔(بخاری، مسلم، ترمذی)

2۔حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان کی نشانی انصار سے محبت ہے اور منافق کی نشانی انصار سے بغض ہے"۔(مسلم بخاری نسائی)

3۔حضرت زید بن ارقم انصاری نے کہا کہ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:" اے اللہ! انصار کو بخش دے اور انصار کے بیٹوں اور پوتوں کو بھی بخش دے"۔(بخاری ومسلم)

4۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک ہوتا"۔

(ترمذی)

5۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے انصار کے کچھ بچوں اور عورتوں کو کسی شادی سے آتے دیکھا۔آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور فرمایا" تم سارے لوگوں سے مجھے محبوب ہو۔تم (انصار) مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو"۔(بخاری ومسلم)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے بدر سے لے کر غزوۂ تبوک تک سب غزوات میں شرکت فرمائی آپ بیعت رضوان والوں (جنہیں اصحاب الشجرہ کہا گیا ہے) میں بھی شامل تھے۔اصحاب بدر کی شان کتب احادیث میں یوں بیان کی گئی ہے۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھا اور فرمایا:" اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةَ" تم جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے"۔

اور ایک روایت میں یوں ہے:

فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ" میں نے تمہیں بخش دیا"(متفق علیہ مشکوٰۃ حدیث نمبر 62,16)

2۔جبرائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے عرض کی۔مَا تَعُدُّونَ اَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ " آپ ﷺ بدریوں کے بارے میں کیا سمجھتے ہو آپ ﷺ نے فرمایا مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ" وہ تمام مسلمانوں سے افضل ہیں۔(بخاری ومشکوٰۃ حدیث نمبر 62,17)

3۔حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے جو صحابی بدر

میں یا حدیبیہ میں شریک تھے۔ان میں سے انشاءاللہ کوئی بھی جہنم میں نہیں جائے گا''۔
(مسلم ومشکوۃ حدیث نمبر 62,18)

رحمت عالمیان سرور انبیاء ﷺ کو اپنے انصار سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔آپ ﷺ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ایک روز دوران مرض (جس دن مرض ذرا خفیف تھا) آپ ﷺ مسجد میں اس وقت تشریف لائے جب مسلمان ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز ظہر پڑھ رہے تھے۔آپ ﷺ تشریف لائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنی زندگی کا آخری خطبہ دیا الرحیق المختوم کے مطابق آپ ﷺ نے نماز ظہر سے پہلے منبر پر فروکش ہو کر خطبہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے انصار کے بارے میں وصیت فرمائی اور فرمایا:

''میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کیوں کہ وہ میرے قلب وجگر ہیں۔انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی مگر ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔لہٰذا ان کے نیکوکاروں سے قبول کرنا اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرنا۔'' ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ بڑھتے جائیں گے اور انصار گھٹتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ کھانے میں نمک کی طرح ہو جائیں گے''۔لہٰذا تمہارا جو آدمی کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے والے کام کا والی ہو تو وہ ان کے نیکوکاروں سے قبول کرے اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرے۔(الرحیق المختوم بحوالہ بخاری شریف)

انصاری کسی کا نسب یا ذات برادری نہیں بلکہ نسبتی نام ہے۔انصار مدینہ طیبہ کے مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے وہ خوش نصیب لوگ ہیں جنہوں نے دل و جان سے اسلام اور صاحب قرآن کی تصدیق اور اتباع کی۔اور آنحضور ﷺ کے اشارۂ ابرو پر جان و مال اور سب کچھ نثار کر دیا۔جنگ اور راحت و امن میں آپ ﷺ کے دست و بازو بنتے رہے اور جان نثار دوست ثابت ہوئے۔قدرت نے ان کو دین اسلام کی آب یاری اور حفاظت کے

لئے چمن رکھا تھا۔ ان لوگوں میں غیرت اور عصبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آنحضور ﷺ اور اسلام سے ان کو اتنی محبت تھی کہ ہر وقت ان پر مرمٹنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ یہ انصار مدینہ ہی تھے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پُر آشوب زمانہ میں! اپنے ہاں پناہ دی اور حفاظت کا وعدہ کیا جب مسلمانوں کے لئے مکہ کی سرزمین تنگ ہو چکی تھی۔ یہ انصار ہی تھے جن کی مدد اور تعاون سے اسلام عرب اور عرب کے ہمسایہ ممالک میں پھیلا۔ دین اسلام اور صاحب قرآن کے لئے انصار ڈھال تھے یہ انصار تھے جنہوں نے اسلام اور بانی اسلام پر کبھی آنچ نہ آنے دی۔ یہ نبی آخر الزماں ﷺ کے پاسبان تھے اور حضور رحمتِ عالمیان ﷺ اپنے انصار کے دل و جان سے پاسبان اور پشتیبان تھے۔ مشکل سے مشکل وقت میں نہ انصار اپنے محبوبؐ نبی ﷺ کو بھولے اور نہ ہی آنحضور ﷺ نے کبھی اپنے جاں نثار صحابہ کو فراموش کیا آنحضور ﷺ اور انصار نے باہم کئے گئے وعدوں کو خوب نبھایا۔

ان قدسی نفوس انصار میں حضرت ابوایوب انصاری کی شخصیت بڑی نمایاں ہے۔ آپ ﷺ کے خاص مصاحبین اور مقربین میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامل تھے جنگ اور امن کے زمانہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضور اکرم ﷺ کے غمگسار اور جاں نثار ساتھی رہے اور اپنی جان اور مال آپ ﷺ پر قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے آپ کی جاں نثاری، حضور سے محبت اور جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ اسی سال کی عمر میں بھی آپ بڑے جوش و جذبے سے معرکہ قسطنطنیہ میں کٹھن حالات میں جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ اسی معرکہ کے دوران راہِ حق میں جان قربان کر دی قسطنطنیہ کی فصیل کے زیر سایہ آپ کا مزار شریف مرجع خلائق ہے۔ ہزاروں لوگ اس عظیم صحابی اور مجاہد کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

آپ نے دم آخر تک دشمنان اسلام کے خلاف جہاد میں شرکت فرما کر آنے والوں کے لئے ایک تابندہ مثال قائم کر دی۔ آپ کی آخری وقت میں یہ خواہش کہ مجھے جہان

تک ہو سکے دشمن کی سرزمین کے اندر لے جا کر دفن کرنا آپ کے جذبۂ ایمان کی مظہر ہے۔

آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق رات کے وقت عساکر اسلام نے قسطنطنیہ کی فصیل کے سامنے دفن کیا۔ جب قسطین کو اس کا پتہ چلا تو اس نے دھمکی دی کہ جب آپ لوگ واپس چلے جائیں گے تو بعد میں ہم میزبان رسول ﷺ کی قبر اکھاڑ کر ان کی ہڈیاں باہر پھینک ڈالیں گے۔ قسطین کی اس دھمکی نے مسلمانوں کو غضبناک کر دیا اور سالار لشکر یزید بن معاویہ نے قسطنطین چہارم کو کہلا بھیجا کہ اگر اس نے ایسا کیا تو وسیع اسلامی سلطنت میں جتنے گرجا گھر ہیں ان کو مسمار کر دیا جائے گا اور سلطنت اسلامیہ میں کہیں بھی ناقوس نہیں بجنے دیا جائے گا نیز عیسائیوں کی قبروں کو اکھیڑ دیا جائے گا۔ یزید کے اس جواب نے قسطنطین اور اس کے اراکین سلطنت پر ہیبت طاری کر دی قسطنطین نے کہلا بھیجا کہ:

''میں تمہاری دینی غیرت وحمیت کا امتحان لے رہا تھا۔ کنواری مریم کی قسم! ہم تمہارے نبی ﷺ کے صحابی کا اکرام اور اس کی حفاظت کریں گے''۔

یہی غیرت وحمیت اور عصبیت تھی جو انصار میں پروردگار عالم نے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور اپنے دین اور نبی کریم ﷺ کی حفاظت اور پاسبانی کے لئے انصار میں پیدا کر رکھی تھی۔ اس غیرت اور حمیت کے بل بوتے پر اسلام جزیرۃ العرب اور افریقہ اور ایشیاء میں پھیلا۔ اور غیرت وحمیت سے لوگ مسلمانوں سے خوفزدہ تھے اور پھر خصوصاً دشمنانِ اسلام کی نگاہیں مسلمانوں کی دینی غیرت وحمیت پر ہر وقت مرکوز رہتی ہیں۔ اسلام کے دشمن بزدل ہیں۔ وہ میدان کارزار میں مسلمان کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں رکھتے۔ ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگ کر ان سے دینی غیرت وحمیت کا جوہر چھین لیا جائے۔ ملت اسلامیہ کی بنیاد دین پر ہے اور دین کی قوت اور اتحاد کا راز غیرت و حمیت اور ملی عصبیت میں پنہاں ہے دینی حمیت اور غیرت ختم ہو جائے تو اس ملت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور اس کا اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور قوم اس کے بغیر تباہ ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ دشمنان اسلام کی نگاہیں مسلمانوں کی دینی حمیت کا جائزہ لیتی رہتی ہیں کہ کب

مسلمانوں سے دینی غیرت رخصت ہو اور ان پر کاری ضرب لگائی جائے اور آسانی سے انہیں شکار کر لیا جائے۔ آج کل عالم اسلام کو دینی غیرت وحمیت سے محروم کرنے کے لئے بڑی بڑی رقوم صرف کی جا رہی ہیں۔ ہر حربہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ غیرت کے بغیر کوئی قوم اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی۔ جن قوموں میں دینی اور ملی غیرت ہے وہ دنیا کی سپر پاور بن چکی ہیں۔ ان کی ہر سوچ، ہر فکر اور ہر قدم تعمیر ملت کے لئے ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ امریکہ اپنی قوم کی بقاء کے لئے کیا کیا جتن کر رہا ہے۔ امریکہ کا کوئی باشندہ کسی کے ہاتھوں مارا جائے تو ملک وملت کے تمام وسائل اپنے ملک کے باشندے کے انتقام لینے پر خرچ کر دیئے جاتے ہیں لیکن بے غیرت قوم کے ہزاروں افراد امریکہ ہلاک کر ڈالے تو بے حمیتی اور بے غیرتی کے باعث کسی قوم کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔

قوموں کی تعمیر وترقی اور بقاء کے لئے دینی اور ملی غیرت وحمیت کا ہونا از حد ضروری ہے۔ اس کے بغیر کسی بھی قوم کا وجود خطرے میں ہوگا۔ اور ایسی قوم دشمن کے لئے تر نوالہ ثابت ہوگی۔ خصوصاً مسلمان قوم جس کی اساس اٹھان اور ترویج دین پر ہے دین کی مرہون منت ہے، اس کی بقاء محض غیرت دین پر ہے۔ دشمنانِ اسلام اس ملت کی غیرت وحمیت تباہ کرنے میں پوری طرح اور پوری لگن سے مصروف ہیں اور ہمارا دشمن مطمئن ہے کہ وہ اپنے مشن میں کامیابی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ سر دست اسے کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں اور وہ بہت خوش ہے لیکن اگر قوم کے افراد کی رگوں میں کہیں انصار مدینہ اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا خون باقی ہوگا تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلم قوم میں غیرت وحمیت جاگ اٹھے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو بزدل دشمن کے لئے یہ زمین تنگ ہو جائے گی۔ اور گلوبل ولیج پر حکومت کا خواب چکنا چور ہو جائے گا۔ دشمنان اسلام کی نگاہوں نے بھانپ لیا کہ مسلمانوں کی نئی نسل دینی وملی غیرت اور حمیت سے لیس ہونے کا عزم لئے ہوئے ہے۔ دشمنانِ اسلام میں خوف وہراس بے چینی اور اضطراب اسی بات کی علامت ہے اور دہشت گردی کا جھوٹا واویلا اسی حقیقت کا مظہر ہے۔ دنیا میں اٹھنے والے طوفان اور ظلم کی سیاہ آندھیاں اور

قیامت خیز زلزلے اسی بات کی دلیل ہیں۔ باطل کے طوفان بڑھتے ہیں اور سر پیٹ پیٹ کر اور تھک ہار کر جلد ہی مٹ جاتے ہیں۔ بے شک باطل مٹنے والی چیز ہے۔ باطل کے امڈ نے والے طوفان بالآخر غیرت وحمیت دینی کے سامنے جھاگ کی طرح بہہ جائیں گے۔ ملت کی اٹھان، تعمیر ملی اور بقائے ملی کے لئے غیرت وحمیت جس کی مثال انصار مدینہ خصوصاً میزبان رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے پیش کی، کی اشد ضرورت ہے اور اقبال کا یہی پیغام ہے۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

یاد رکھئے زندہ قومیں خودداری، خودکاری اور خود انحصاری کا راستہ بناتی ہیں۔ اغیار کی خیرات کے ٹکڑوں پر پلنا ان کے نزدیک خودکشی کے مترادف ہوگا کیونکہ غیروں کی خیرات کے لقمے پیٹ میں اتارنے سے غیرت وحمیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

میری پروردگار کائنات سے دعا ہے کہ ملت اسلامیہ میں وہ جوش ایمان، غیرت وحمیت اور شوق جہاد پیدا کرے جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو مصر کے دریائے نیل سے اٹھا کر بحرۂ روم کے پانیوں سے گزارتا ہوا دیوار قسطنطنیہ تک اسی سال کی عمر میں لے گیا۔

کتابیات

بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل بخاری
مسلم شریف	ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم
ترمذی شریف	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
مشکوٰۃ شریف	محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی
کنز العمال	علی متقی
مسند احمد	امام احمد بن حنبل
تاریخ طبری	امام ابوجعفر محمد بن جعفر بن جریر طبری
تاریخ ابن خلدون	عبدالرحمٰن بن خلدون
تاریخ اسلام	اکبر شاہ خان نجیب آباد
تاریخ اسلام	شاہ معین الدین احمد ندوی
تاریخ مسعودی (مروج الذہب)	ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی
حیات محمد	محمد حسنین ہیکل مصری
طبقات ابن سعد	محمد بن سعد
سیرۃ النبی کامل	ابومحمد عبدالملک بن ہشام
الرحیق المختوم	صفی الرحمٰن مبارک پوری
ضیاء النبی	جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ
پیغمبر اعظم و آخر	ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
اسد الغابہ	علامہ ابی الحسن علی الجزری بن اثیر
سبل الہدیٰ والرشاد	امام محمد بن یوسف
دائرہ معارف اسلامیہ	پنجاب یونیورسٹی

اردو انسائیکلو پیڈیا اسلامی	
عجائب القصص	فخر الدین حسین محمد
مدارج النبوۃ	شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی
تاریخ مدینہ	شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی
تاریخ مدینہ	محمد عبد المعبود
سیر الصحابہ	مولانا سعید انصاری
سیارہ ڈائجسٹ صحابہ کرام نمبر	

کتابِ رشد و ہدایت کی ہمہ گیر آفاقی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے

نور و سرور اور جذبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مبنی آیات احکام کی مفصل وضاحت

اردو زبان میں پہلی مرتبہ

تفسیر احکام القرآن

مفسر قرآن، علامہ مفتی محمد جلال الدین قادری

آیات احکام کا مفصل لغوی و تفسیری حل امہات کتب تفسیر کی روشنی میں

مفسرین کی تصریحات کے مطابق پیش کیا گیا۔

اس لئے یہ کتاب طلباء، علماء، وکلاء، جج

اور عوام و خواص کے لئے قیمتی سرمایہ

آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی۔ پاکستان